الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○

مبدأ و معاد

تصنیف لطیف

حضرت قیوم اول شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رح

اردو ترجمہ

شیخ القرآن والحدیث، مفتی، مفسر

ڈاکٹر علامہ پیر محمد عابد حسین سیفی

ناشر مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور 0321 8401546

جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد لاہور کینٹ 0334 9707302

مبدأ و معاد

تصنیفِ لطیف

قیومِ اوّل حضرت شیخ احمد، مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

شیخ القرآن والحدیث، مفتی، مفسر، ڈاکٹر، علامہ پیر محمد عابد حسین سیفی

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور

جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد لاہور کینٹ

نام کتاب	:	مبدأ و معاد
مصنف	:	قیوم اوّل حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	:	شیخ القرآن والحدیث مفتی، مفسر ڈاکٹر عابد حسین سیفی
طباعت اوّل	:	فروری 2009ء
زیر اہتمام	:	فیاض احمد محمدی سیفی
ناشر	:	مکتبہ محمدیہ سیفیہ
تعداد	:	1100
قیمت	:	90 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ سیفیہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ فقیر آباد شریف (لکھوڈیر بند روڈ لاہور)

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ نقشبندیہ مجددیہ حسین ٹاؤن راوی ریان شریف

جامعہ جیلانیہ رضویہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

سیفیہ دواخانہ نزد گلشن مارکیٹ چوک نیو ملتان، حکیم الامت صوفی محمد عمران عابدی سیفی

حمدِ باریِ تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ

بِجَلَالِہٖ الْمُتَفَرِّدِ

وَصَلٰوتُہٗ دَوْمًا عَلٰی

خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

حضرت رضا بریلوی

اُس خدائے یکتا کی حمد و ثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غم ہو گئے بے شمار آقا ﷺ
بندہ ، تیرے نثار آقا ﷺ

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا ﷺ ، آقا ﷺ ، سنوار آقا ﷺ

ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری
للہ یہ بوجھ ، اُتار آقا ﷺ

مجبور ہیں ہم ، تو فکر کیا ہے
تم کو تو ہے ، اختیار آقا ﷺ

میں دور ہوں ، تم تو ہو میرے پاس
سن لو ، میری پکار آقا ﷺ

پھر منہ نہ پڑے ، کبھی خزاں کا
دے دے ، ایسی بہار آقا ﷺ

جس کی مرضی ، خدا نہ ٹالے
میرا ہے وہ ، نامدار آقا ﷺ

احمد رضا خان بریلویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیضانِ نظر

محبوب سبحاں مجدد دوراں فائزِ مقام صدیقیت

وعبدیت شیخ الاسلام، حضرت پیر

اخندزادہ سیف الرحمٰن

پیرارچی مبارک دامت برکاتہم العالیہ

زیب آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

لکھوڈیر بندروڈ لاہور

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے برادر طریقت شیخ حقیقت، زبدۃ الاتقیاء

حضرت میاں محمد سیفی قدس سرہٗ

کے جذبہ عشق رسول ﷺ کے نام کرتا ہوں

وہ جذبہ!

جو ہر لحہ خلق خدا کی راہنمائی پر مجبور کرتا ہے

جو محبوبان خدا کی محبت پر اکساتا ہے

جو گستاخان رسول سے نبرد آزمائی پر ابھارتا ہے

جو محبت رسول کو ہر دل میں بسا دینے پر آمادہ کرتا ہے

اور

اس کوشش کو میاں صاحب کے ساتھ اپنی 30 سالہ

رفاقت کے سنہری دور کے نام کرتا ہوں کتنے ہی نشیب و فراز کیوں نہ آئے ہوں

ان کی محبت کم نہیں ہوئی

مرشد کریم کی محبت میں اور مرشد کریم پر ہرزہ سرائی کرنے والوں سے مقابلے کی یہ

سنگت بڑی پر لطف اور دلکش ہے

جو ان شاء اللہ مرتے دم تک رہے گی۔

فقیر محمد عابد حسین سیفی عفی عنہ

12-10-08

بروز اتوار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور مسلمہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت و ترویج کا سہرا اولیاء اللہ کے سر ہے تاریخ برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا نام ان بزرگوں کی فہرست میں سنہری حروف سے مرقوم ہے جنہوں نے کفروشرک کے اندھیروں میں شمع اسلام روشن کی۔ آپ نہ صرف علوم ظاہریہ پر دسترس رکھتے تھے بلکہ علوم باطنیہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ مکتوبات شریف اس کی زندہ مثال ہیں۔

حضور مجدد الف ثانی کی تصنیف ''مبدا و معاد'' ان اسرار و مکشوفات پر مبنی ہے جو منازل سلوک طے کرتے ہوئے آپ کے مشاہدہ میں آئے۔ راہ طریقت کے راہی کیلئے یہ کتاب ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کے مترجم پیر طریقت مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی بھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے ان احباب میں سے ہیں جو بیک وقت علوم ظاہریہ و علوم باطنیہ کے عالم ہیں میرے شیخ طریقت غوثِ جہاں شیخ العلماء پیر طریقت الفقیر حضرت میاں محمد سیفی حنفی مدظلہ العالی کی سلسلہ سیفیہ سے وابستگی کے 30 سال ان کی بلند پروازی اور سلسلہ کی خدمت پر شاہد ہیں۔ ان 30 سالوں میں قبلہ پیر صاحب اور

حضرت میاں محمد سیفی حنفی مبارک مدظلہ العالی کی رفاقت قابل دید ہے سلسلہ سیفیہ کیلئے ان حضرات کی خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں قبلہ پیر صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ فرما کر سالکین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کیلئے بالخصوص اور عوامِ اہلسنت کیلئے بالعموم عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے عالم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور آپ کا سایہ تادیر قائم فرمائے۔

آمین

خادم الفقراء

میاں مطلوب احمد محمدی سیفی

ایم اے ایل ایل بی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ جھلاراں شریف

فیروز پور روڈ لاہور

چند تعارفی کلمات

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین.

امّا بعد ۔حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی قدس اللہ وتعالیٰ سرہٗ نے اپنے گران قدر مکتوبات شریف کے علاوہ چند رسالے بھی تحریر فرمائے جو کہ شریعت وطریقت اور معرفت وحقیقت کے بے بہا خزانے ہیں، جن سے علماء وفقراء مستفید ومستفیض ہو رہے ہیں۔ اِن میں رسالہ تہلیلیہ، رسالہ اثباتِ نبوت، رسالہ مبدأ ومعاد، رسالہ معارف الدنیہ اور رسالہ ردِّ روافض وغیرہ شامل ہیں۔ مگران میں ''رسالہ مبدأ ومعاد'' آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ سالکانِ طریقت کے لئے راہِ ہدایت کا روشن فانوس ہے۔ یہ رسالہ نہ صرف حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی احوال وکیفیات، واردات ومکاشفات اور مقاماتِ خاصہ کی نشاندہی کرتا ہے، جن سے آپ کی روحانی عظمتوں کے مدارج کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ رسالہ الہامی علوم ومعارف اور دیگر حقائق ودقائق سے بھی آگاہی بخشتا ہے۔ اِس میں آپ نے بعض ایسے مقامات کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کے بارے میں اُن سے پیشتر کسی بھی عارفِ کامل نے زُبان نہیں کھولی۔ یہ مرتبہ صرف انہی کو بفضلِ خدا حاصل ہوا۔

اس رسالہ میں اَور جن موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے اُن میں مشائخ عظام کی تعظیم، سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ، کمالاتِ ولایت، اقطاب واوتاد کا مقام، عالم کبیر، راہِ سلوک کی منزلیں، رُوح کی حقیقت، عقلِ معاد، فرق بعد الجمع، سید المرسلین ﷺ کا امتیازی مقام، شیخ اور مرید کا تعلق، وجودِ باری تعالیٰ اور معرفتِ الٰہی، خدا کی ذات کا مشاہدہ اور رویت، فرشتوں پر انسان کی فضیلت، مقامِ رضا، قرأت خلف الامام، حضرت امامِ اعظمؒ کی عظمت، اولیاء اللہ کا ظاہر وباطن، موت سے پہلے موت کی حقیقت، نفی واثبات، کلمہ طیّبہ کی فضیلت، حقیقتِ قرآنی، حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ محمدیؐ، تقلید واتباع کی اہمیت، پیر واُستاد

کے حقوق اور سب سے بڑھ کر اتباعِ رسول ﷺ اور محبتِ رسول ﷺ کی اہمیت وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے کس درجہ محبت کرتے ہیں اور آپ کی اتباع کو کس قدر لازم گردانتے ہیں، یہ رسالہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور علامہ اقبالؒ کے اِس شعر کی تفسیر نظر آتے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

بظاہر یہ رسالہ مختصر سا نظر آتا ہے مگر فی الحقیقت اس پر سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا محاورہ صادق آتا ہے۔

مرشدی و مولائی شیخ القرآن والحدیث، علامہ، مفتی، مفسرِ قرآن، ڈاکٹر پیر محمد عابد حسین سیفی مدظلہ العالی نے یہ ترجمہ نہایت آسان اور عام فہم انداز میں تحریر فرمایا ہے تاکہ عام سالکین بھی کماحقہٗ مستفیض ہوسکیں اور اپنے مقدور بھر اِس بحرِ بیکران و عمیق میں شناوری کر کے کچھ گوہرِ مقصود پا سکیں۔ حضرت علامہ موصوف نے اس کا ترجمہ تقریباً دو سال قبل بھی تحریر فرمایا تھا مگر کاتب نے نہ صِرف سپردِ قلم کرنے میں کوتاہی کی بلکہ اصل مسودے کو بھی لاپروائی کی نذر کر کے گمشدگی کے اندھیرے میں پھینک دیا۔ اب حضرت پیر و مرشد نے خصوصی وقت نکال کر ہم جیسے مبتدی سالکوں کے لئے دوبارہ یہ ترجمہ تحریر فرما کر بہت بڑا کرم کیا ہے۔ جس کے لئے ہم عُمقِ قلب سے اُن کو شکر گزاری کے پھول پیش کرتے ہیں اور خدائے لم یزال سے دُعا گو ہیں کہ وہ ان کو صحتِ کاملہ اور عمرِ خضری عطا فرمائے تاکہ وہ ایسی عمدہ تحریرات کے چمن اُگاتے رہیں اور ہم اُس کے رنگ و بو سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ آمین۔

(پروفیسر) میاں مشتاق احمد عابدی سیفی

رینالہ خورد۔ ضلع اوکاڑہ

مارچ 2006ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں مبدأ و معاد میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر درود بھیجتا ہوں اور آپ کی بزرگ اولاد پر۔ (الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰے و سیدنا محمد ن المصطفٰے و آلہٖ المجتبی و اصحابہ الا صفیا)۔ (امابعد) اس رسالہ شریفہ میں ان صاف لطائف کے اشارات اور بلند و باریک رازوں کو شامل کیا گیا ہے جو کہ بزرگ امام، مخلوق خدا پر اللہ تعالیٰ کی حجت، اقطاب و اوتاد کے پیشوا، ابدال و افراد کے قبلہ، سبع مثانی (سورۃ فاتحہ) کے رازوں کے کاشف، مجدد الف ثانی الاویسی الرحمانی، عارف ربانی، شیخ الاسلام والمسلمین، ہمارے شیخ اور امام شیخ احمد الفاروقی نسباً اور حنفی مذہباً اور نقشبندی مشرباً، آپ کی ہدایت کے سورج بلندی پر ہمیشہ چمکتے رہیں اور لوگ آپ کے سدا بہار باغاتِ فیض سے استفادہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ رہے اور اسی پر بھروسہ ہے، کے ہیں۔

منھا۔ جب اس درویش (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی ذات مبارک) کو راہِ سلوک پر چلنے کا شوق پیدا ہوا تو خداوند جل سلطانہٗ کی عنایت نے اُسے (یعنی مجھے) خانوادہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے خلفائے کرام میں سے ایک خلیفہ (حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں پہنچا دیا۔ وہاں اُس نے ان بزرگان نقشبندیہ کا طریقہ سیکھا۔ اور ان عزیز (حضرت خواجہ باقی باللہؒ) کی خدمت میں رہا۔ اور ان بزرگ کی توجہ کی برکت سے خواجگان (نقشبندیہ) کا وہ جذبہ (مقام)، جو استہلاک (فنا) کی جہت سے صفت قیومیت میں پیدا ہوتا ہے، اسے حاصل ہوا اور طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ (دوسرے سلاسل کی انتہا کو نقشبندی مشائخ اپنی ابتدا میں درج کرتے ہیں جبکہ یہ مقام دوسرے سلاسل میں آخر میں آتا ہے وہ مشائخ نقشبندیہ کی توجہ کی برکت سے ابتدا میں ہی حاصل ہو جاتا ہے) سے بھی سیراب ہونے کا موقع میسر آیا۔ اس جذبہ کے حصول کے بعد وہ

راہ سلوک پر گامزن ہوا۔ اور اس راہ کو حضرت اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روحانی تربیت سے مکمل کیا۔ یعنی جو اس اسم تک جو اس (نبی علیہ الصلوۃ والسلام) کے رب کا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی روحانی مدد سے قابلیت اولیٰ کے اسم کہ جس کو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ سے تعبیر کرتے ہیں، تک عروج واقع ہوا۔ اور وہاں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی دستگیری سے اس قابلیت سے اوپر عروج حاصل ہوا۔ اور وہاں سے اس مقام تک، جو کہ اس قابلیت سے بلند ہے اور قابلیت اس مقام کی تفصیل ہے اور وہ مقام اس کا مقام اجمال ہے اور وہ مقام اقطاب محمدیہ کا مقام ہے، حضرت خاتم الرسلین علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روحانی تربیت و مدد سے ترقی حاصل ہوئی۔ اس مقام تک رسائی کے لیے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ تعالیٰ جو کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے خلیفہ اور قطب ارشاد ہیں، کی بھی ایک طرح کی روحانی مدد شامل حال رہی۔ اقطاب کا انتہائی عروج بھی اسی مقام تک ہوتا ہے اور دائرہ ظلیت بھی اسی مقام پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خالص اصل ہے یا ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور افراد کا ایک گروہ اس مقام پر اس (عروج کی) دولت کے وصول سے ممتاز ہے۔ اور بعض اقطاب کو افراد کی صحبت کی برکت سے اس ظل کے مقام تک عروج حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اصل کا ظل کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن اصل خالق تک رسائی اور مشاہدہ درجات کے فرق کے لحاظ سے صرف افراد کو میسر ہے جو ان کے لیے مخصوص ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا عظمت والا ہے)۔ اس درویش (حضرت مجددؒ) کو قطبیت ارشاد کی خلعت، مقام اقطاب تک رسائی، سرور دین و دنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات الناميات کی عنایت سے عطا فرمائی گئی اور اس منصب پر عنایت فرمایا گیا۔ اس کے بعد پھر

عنایت خداوندی جل شانہٗ وعم احسانہٗ اس کے شامل حال ہوئی اور اس سے بھی اوپر ترقی نصیب ہوئی اور ایک دفعہ ظل کے ساتھ شامل اصل تک لے گئے اور وہاں فنا و بقا کی دولت میسر آئی جیسا کہ پہلے کئی مقامات پر آئی تھی۔ اور وہاں سے اصل مقامات کے لیے وافر ترقی عنایت ہوئی اور اصل الاصل تک پہنچا دیا گیا۔ اس اخیری عروج، کہ جو مقامات اصل الاصل کا عروج ہے، پر فائز ہونے کے لیے حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی روحانی امداد شامل تھی اور ان کی قوت تصرف نے یہ تمام مقامات عبور کروا کر اصل الاصل سے ملا دیا۔ اور وہاں سے مخلوق (کی دعوت) کے لیے واپس بھیج دیا گیا اور اسی طرح ان مقامات سے واپس گزارا گیا (جیسے عروج کے وقت گزارا گیا تھا)۔ اس درویش (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کو "نسبت فردیت" کی دولت، جو عروج آخری کے ساتھ مخصوص ہے، اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی اور ان کو ایک بزرگ (حضرت شاہ کمال قادریؒ) جو کہ قوی جذبہ کے مالک اور خوارق (وکرامت) میں بہت مشہور تھے، سے حاصل ہوئی۔ لیکن یہ درویش شروع میں ضعف بصیرت اور اس نسبت (نسبت فردیت) کے ظہور کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ میں اس نسبت کو سلوک کی منازل طے کرنے سے پہلے نہ پاتا تھا اور ہرگز اس کے بارے میں علم نہ رکھتا تھا۔ (منازل سلوک طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ نسبت آغاز ہی سے درویش میں تھی)۔ نیز اس درویش کو عبادت نافلہ کی توفیق خصوصاً ادائے صلوٰۃ نافلہ میں مدد اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی اور والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس اللہ سرہٗ اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین قدس سرہٗ) جو کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سے تھے، سے حاصل ہوئی۔ اسی طرح اس درویش کو علوم لدنی حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی روحانیت سے حاصل ہوئی۔ لیکن اس وقت جب مقام اقطاب کو عبور کر لیا تھا۔ پھر اس مقام کو عبور کرنے اور مقامات عالیہ میں ترقی حاصل کرنے کے بعد اپنی حقیقت کے بارے میں از خود علوم کا اخذ کرنے لگا۔ کسی

غیر کی مجال نہ تھی کہ درمیان میں دخل دیتا پھر اس درویش کو نزول کے وقت کہ جس کو سیر عن اللہ با للہ کہتے ہیں، دیگر سلاسل کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور واقع ہوا۔اور ہر ایک مقام سے وافر حصہ ملا اور ہر مقام کے مشائخ اس کے مددگار و معاون رہے۔اور اپنی اپنی نسبت کے جواہر سے خوب نوازا۔سب سے پہلے اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے مقام پر گزر واقع ہوا اور اس مقام سے اسے بہت زیادہ بہرہ مند کیا گیا۔وہاں کے مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت نے دوسروں کی نسبت زیادہ امداد فرمائی۔حق بات تو یہ ہے کہ وہ اس مقام میں عظیم شان رکھتے ہیں اور آپ اس مقام کے رئیس (سردار) ہیں۔اس کے بعد اکابر کُبرویہ (منسوب بخواجہ شیخ نجم الدین کُبری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے مقام پر گزر واقع ہوا۔یہ دونوں مقام (یعنی مقام چشتیہ اور مقام کبرویہ) عروج کے اعتبار سے برابر ہیں۔لیکن یہ (دوسرا) مقام نزول کے وقت میں فوق سے اس شاہراہ کی دائیں جانب ہے۔اور پہلا مقام اس صراط مستقیم سے بائیں جانب ہے۔اور یہ شاہراہ وہ راستہ ہے کہ جس پر چل کر بعض اکابر اقطاب ارشاد، مقام فردیت کی جانب چلے جاتے ہیں اور انتہا کی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اکیلے لوگوں کا راستہ دوسرا ہے (یعنی الگ ہے) قطبیت (کے حصول) کے بغیر اس شاہراہ سے نہیں گزر سکتے۔(کبرویہ کا) یہ مقام، مقام صفات اور اس شاہراہ کے درمیان واقع ہے ،اس طرح کہ برزخیت (واسطہ) ان دونوں مقامات کے درمیان میں ہر دو اطراف سے بہرہ مند ہے اور مقام اوّل اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہے کہ جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے۔اس کے بعد اکابر سہروردیہ کے مقام کہ جس پر شیخ شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ جیسے بزرگ ہیں، پر گزر واقع ہوا یہ مقام اتباع سنت علی مصدر ھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور سے آراستہ ہے اور مشاہدۂ فوق الفوق کی نورانیت سے سجا دیا گیا ہے اور عبادات کی توفیق اس مقام کی ساتھی ہے (یعنی عبادتوں کی توفیق سے یہ مقام حاصل ہوتا ہے)

۔اور بعض سالک جو اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے وہ نفلی عبادتوں میں مشغول ہیں اور وہیں آرام (سکون) کرتے ہیں۔انہیں اس مقام میں اس مقام کی مناسبت کے وسیلہ سے کچھ حصہ مل جاتا ہے کیونکہ دوسروں کے لیے نفلی عبادات ہی اس مقام کیلئے مناسب ہیں۔مبتدیوں (ابتدا والے) اور منتھیوں (انتہا والے) کو اس مقام کی مناسبت کے واسطے سے حصہ ملتا ہے اور یہ مقام بہت اعلیٰ اور بزرگ ہے۔اس مقام میں جو نورانیت مشاہدہ میں آئی ہے وہ دوسرے مقامات میں کم ہے۔اس مقام کے مشائخ (اکابر سہروردیہؒ) کمال اتباع سنت کے وسیلہ سے عظیم الشان اور بلند رتبہ والے ہیں اور اپنے جیسے لوگوں میں انہیں جو کچھ رتبہ اس مقام میں ملا ہے مکمل امتیاز رکھتے ہیں۔دیگر مقامات میں انہیں یہ رتبہ حاصل نہیں، اگرچہ عروج کے اعتبار سے بلند تر ہیں۔

اس کے بعد (اس فقیر کو) مقام جذبہ میں نیچے لے آئے۔اور یہ مقام بے حساب مقاماتِ جذبات کا مجموعہ ہے۔پھر اس کے بعد مزید نیچے لے آئے جو نزول کے مراتب سے مقام قلب تک ہے جو کہ حقیقتِ جامعہ ہے اور ارشاد و تکمیل کے لیے نیچے لانا اس مقام سے تعلق رکھتا ہے۔اس مقام میں نیچے لے آئے۔اس سے پیشتر کہ اس مقام میں سکون و قرار ملتا پھر عروج واقع ہوا۔اس مرتبہ اصل کو بھی ظل کی مانند واپس کیا گیا۔اس عروج سے کہ جو مقامات قلب میں واقع ہوا، بڑی عزت افزائی ہوئی۔والسلام۔

منہا۔قطب ارشاد جو کہ کمالات فردیت کا جامع بھی ہوتا ہے بہت کم (نظر میں) آتا ہے یعنی اس قسم کا قیمتی گوہر کئی صدیوں اور زمانوں کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اس کے نور کے ظہور سے یہ تاریک دنیا منور اور روشن ہو جاتی ہے۔اور اس کے ارشاد و ہدایت کا نور، تمام عالم کو شامل ہے۔عرش کے کنارے سے لے کر زمین کے نیچے تک ہر کسی کو ہدایت، نیکی، ایمان اور معرفت (اسی کی راہ سے) حاصل ہو جاتی ہے یعنی جو اس کی (ہدایت کے) راہ پر چلتا ہے وہ مستفید ہوتا ہے اور اس سے تعلق نہ رکھنے والے کو (رشد و ہدایت کی) یہ دولت نصیب نہیں

ہوتی۔ مثلاً اس کی ہدایت کا نور ایک وسیع سمندر کی طرح تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ سمندر گویا منجمد ہے اور قطعاً حرکت نہیں کرتا۔ اور وہ شخص کہ جو اس بزرگ (قطب وارشاد) کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پورا اخلاص رکھتا ہے یا وہ بزرگ اس طالب کے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو توجہ کے سبب گویا طالب کے دل میں ایک کھڑکی کھل جاتی ہے اور اس کی توجہ اور اخلاص کے بقدر وہ اس دریائے ہدایت سے سیراب ہوتا ہے۔ (یعنی جس قدر توجہ اور اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر سیری زیادہ ہوگی)۔ اور اسی طرح ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں مشغول ہے اور اس بزرگ کا انکار نہ کرتے ہوئے توجہ نہیں کرتا بلکہ اس کو پہچانتا بھی نہیں تو اُسے بھی اس جگہ اسی قسم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر ایسا کوئی شخص کہ جو اس بزرگ کا انکار کرتا ہے یا وہ بزرگ اس شخص کی طرف توجہ نہیں کرتے تو ایسا شخص اگرچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذِکر میں مشغول ہو لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے۔ اس کا انکار ہی اس کے فیض کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے خسارہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہدایت کی حقیقت اس (شخص) سے غائب ہو جاتی ہے۔ ہدایت کی صورت لایعنی صورت بن کر اس کے لیے بہت کم نفع دینے والی ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ کہ جو اس بزرگ سے اخلاص ومحبت رکھتے ہیں اگرچہ وہ توجہ اور ذِکر الٰہی سے خالی ہوں مگر ان بزرگوں سے محض محبت رکھنے کے واسطے سے انہیں رشد و ہدایت کا نور نصیب ہو جاتا ہے۔ (یعنی ایسے لوگوں کو ان بزرگوں سے فیض رشد و ہدایت کی صورت میں مل جاتا ہے)۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ (ان پر سلام جنہوں نے ہدایت کی اتباع کی)۔

منہا۔ اس درویش (حضرت مجددؒ) پر سب سے پہلے جو دروازہ کھولا گیا ''ذوقِ یافت'' تھا ''یافت'' نہ تھا۔ دوسرے (دروازہ پر) ''یافت'' میسر ہوا تو ''ذوقِ یافت'' غائب ہو گیا اور تیسرے (دروازہ پر) ''یافت'' بھی ''ذوقِ یافت'' کی مانند ناپید ہو گیا۔ پس دوسری حالت

ولایت خاصہ کے درجہ کے وصول اور کمال کی حالت ہے۔ اور تیسرا مقام مخلوق کو دعوت دینے کے لیے تکمیل اور رجوع کا مقام ہے اور سابقہ حالت محض جہت جذبہ میں کمال ہے۔ جب (کوئی سالک) سلوک کے راستے پر چل کر اسے مکمل کر لیتا ہے تو اسے حالتِ ثانی حاصل ہو جاتی ہے اور پھر حالت ثالث بھی۔ اور جو فقط مجذوب ہے اسے حالتِ ثانی اور حالتِ ثالث سلوک سے بھی قطعاً نصیب نہیں ہوتی۔ پس کامل و مکمل وہ ہے جو مجذوب سالک ہے اور اس کے بعد سالک مجذوب ہے۔ اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ قطعاً کامل و مکمل نہیں ہے۔ پس خسارے والوں میں سے نہیں ہونا چاہیے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَشَرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الْاَطْھَرِ۔

منہا ۔اس درویش (حضرت مجددؒ) کو ماہ ربیع الآخر کے آخری دنوں میں ایک عزیز محترم (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ) جو کہ اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے ہیں، کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اور ان سے اس سلسلہ کے طریقہ سے مستفید ہوا (یعنی بیعت کی)۔ اسی سال کے ماہ رجب کے نصف میں نقشبندیہ کے حضور کہ جس میں نہایت (آخر) کا اندراج، بدایت (ابتدا) میں ہے، کی سعادت حاصل کی۔ (حضور سے مراد حیاتِ قلبی کی سعادت کا حصول ہے جو اس عظیم سلسلہ عالیہ کا پہلا قدم ہے۔ اسی کو حضورِ قلب سے تعبیر کیا گیا ہے جو سالک کو مرشدِ کامل و مکمل کی ابتدائی توجہ سے حاصل ہو جاتا ہے) ۔اور ان بزرگ عزیز (حضرت خواجہ باقی باللہؒ) نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ سے مراد یہی حضور ہے۔ پورے دس سال اور کچھ مہینے اوپر ماہ ذی القعدہ کے ابتدائی دنوں میں وہ نہایت کہ جو بدایت میں بدایات اور اوساط کے چند پردوں کے پیچھے جلوہ گر تھی، پردہ پھاڑ کر جلوہ گر ہوگئی۔ اور یقین ہوگیا کہ بدایت میں اس اسم کی صورت تھی، اس پیکر کا جسم تھی اور اسم کو یہی نام دیا گیا تھا۔ شَتَّانَ مَا بَیْنَھُمَا ۔(ان دونوں میں بڑا بھاری فرق ہے)۔ اس مقام پر حقیقتِ کار ظاہر ہوگئی اور یہاں معاملے کا بھید کھل گیا۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ۔ (جب تک

کوئی شخص کسی کو چکھتا نہیں اس کے ذائقے سے ناواقف ہوتا ہے)۔ الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا والہٖ الاکرام و اصحابہ العظام ۔(سیدالانام، آپ کی آل کرام اور آپ کے عظیم صحابہ پر سلام ہو)۔

منھا۔ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (سورۃ والضحیٰ) ترجمہ۔(اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرو)۔ یہ درویش ایک دن اپنے حلقۂ یارانِ طریقت میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی (اندر کی) خرابیوں کو نظر میں رکھے ہوئے تھا۔ حتیٰ کہ یہ خیال (تنظر) غالب آ گیا کہ میری اس طریق کے ساتھ بے مناسبتی آخری حد تک پہنچ گئی ہے (یعنی قطعاً کوئی نسبت نہیں ہے)۔ اس وقت مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہ (جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اُسے بلندی عطا فرماتا ہے) کے حکم کے مطابق انہوں نے اس نکمے کو ذلت کی مٹی سے اٹھایا اور اس کے باطن میں یہ ندا آئی۔ غَفَرْتُ لَکَ وَ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ (میں نے تجھے اور ان افراد کو بھی جو قیامت تک تیرے ساتھ مناسبت رکھیں گے، بخش دیا۔ خواہ یہ مناسبت بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ)۔ اور (اس کرم نوازی کو) تکرار کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا کہ اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ والحمد للّٰہ سبحانہ علی ذلک حمد کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ و کما یحب ربنا و یرضی. والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد والہ کما یحری (اور اس (نعمت) پر اللہ سبحانہٗ کی بے حد حمد وثنا ہے۔ ایسی حمد وثنا جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو جیسی کہ ہمارا رب پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے۔ اور اس کے رسول، ہمارے سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پر لاتعداد درود وسلام ہو جس طرح ان کے لائق ہے)۔ اس کے بعد مجھے اس واقعہ کو ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا۔

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سَبلت مکن

ترجمہ۔ اگر بادشاہ (سردار) بوڑھی عورت کے دروازے پر قدم رنجہ فرماتا ہے تو اے خواجہ تجھے

چاہیے کہ حسد نہ کر۔

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ (یقیناً تیرے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے)۔

منہا۔سیر الی اللّٰہ سے مراد اللّٰہ جل شانہٗ کے کسی ایک اسم تک کی سیر ہے جو کہ سالک کا مبدا التعین ہے اور سیر فی اللّٰہ سے مراد اس اسم میں سیر کرنا ہے یعنی اسماء وصفات و شیونات و اعتبارات کے لحاظ سے مجردہ ذات احدیت کی بارگاہ میں پہنچ جائے اور یہ بات اس انداز پر درست ثابت ہوتی ہے کہ اسم مبارک اللّٰہ سے مراد مرتبہ وجوب لیا جائے کہ جو اسماء وصفات کا جامع ہے۔لیکن اگر اس اسم مبارک سے مراد ذاتِ محض لیا جائے تو اس صورت میں سیر فی اللّٰہ بھی اس معنی میں سیر الی اللّٰہ میں داخل ہو جائے۔اور سیر فی اللّٰہ ہرگز اس انداز پر متحقق نہ ہوگی کیونکہ یہ سیر نہایۃ النہایۃ کے نقطہ میں متصور نہیں ہے۔ اور اس نقطے پر پہنچنے کے بعد بغیر رُکے عالم کی طرف رجوع کرنا ہے اس سے مراد سیر عن اللّٰہ باللّٰہ ہے۔یہ ایسی معرفت ہے جو نہایۃ النہایۃ کے واصلوں کے لیے مخصوص ہے۔ اولیاء اللّٰہ میں سے اس درویش کے سوا اس معرفت پر کسی اَور نے کلام نہیں کیا۔اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء والحمد للّٰہ رب العالمین۔والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و اٰلہ اجمعین ۔(اللّٰہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سید المرسلین حضرت محمد اور آپ کی تمام آل پر درود وسلام ہو)۔

منہا۔ولایت کے کمالات کی سیر میں مختلف مراتب ہیں۔بہت سوں کو اس ولایت کے درجات میں سے ایک درجہ کے حصول کی استعداد ہے۔بعض دوسروں کو دو درجوں کی استعداد حاصل ہے اور کسی کسی کو پانچ درجوں کی استعداد حاصل ہے ؏ وَهُمُ الْاَقَلُّوْنَ. (اور ایسے افراد بہت کم ہیں)۔ان پانچوں درجات میں سے پہلے درجہ کا حصول افعال کی تجلی سے وابستہ ہے۔ دوسرا درجہ صفات کی تجلی سے وابستہ ہے۔اور آخری تین درجات تجلیات ذاتیہ سے مربوط ہیں

۔عَلٰی تَفَاوُتِ دَرَجَاتِھَا۔(ان درجات کے مختلف مدارج ہیں)۔اس درویش کے یاروں میں سے اکثر تیسرے درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ درجات مذکورہ میں بہت قلیل ہیں جو چوتھے درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور نہایت کم ہیں جو پانچویں درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ پانچواں درجہ ولایت کے درجات کا آخری (بلند) درجہ ہے۔لیکن جس کمال کو یہ درویش معتبر سمجھتا ہے وہ ان درجات سے الگ اور بلند تر ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا ہے۔کیونکہ یہ جذبہ اور سلوک کے کمالات سے بھی بلند ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کمال کا ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ہوگا۔وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ۔

منھا ۔نہایۃ النہایۃ کے واصلوں کو رجعت قہقری (پیچھے ہٹنا) کے وقت اسفل کی طرف نزول غایات درجہ کا ہوتا ہے اور نہایت النہایت کے وصول کی طرح یہی غایت الغایت کا نزول ہے ۔اور جب یہ نزول اس خصوصیت سے وقوع پذیر ہوتا ہے تو صاحب رجوع مکمل طور پر عالم اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔نہ یہ کہ اس کی کچھ توجہ حق سبحانہٗ کی طرف ہو اور کچھ توجہ مخلوق کی طرف۔ یہ نہایت النہایت کی طرف عدم وصول اور غایت الغایت کی طرف عدم نزول کی علامت ہے۔غَایَۃُ مَافِی الْبَابِ ۔نماز کی ادائیگی کے وقت، جو مومن کی معراج ہے، صاحب رجوع کے لطائف پر جناب قدس جل سلطانہٗ کی خاص توجہ پڑتی ہے۔ جب تک کہ وہ نماز میں کھڑا رہتا ہے۔نماز سے فراغت کے بعد پھر اس کی توجہ مکمل طور پر مخلوق کی طرف ہو جاتی ہے۔لیکن فرائض اور سنتوں کی ادائیگی کے وقت اس کے چھ لطائف جناب قدس جل شانہٗ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور نوافل کی ادائیگی کے وقت محض ان لطائف کی نوازشیں متوجہ ہوتی ہیں۔حدیث۔لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ۔(میرے لیے اللہ تعالیٰ کے قریب ایک وقت ہے)، میں ممکن ہے کہ اس خاص وقت کی طرف اشارہ ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔اور قرینہ بتعین کا اشارہ بھی اس حدیث کی طرف ہوسکتا ہے۔حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِیْ

الصَّلٰوۃِ. (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)۔اس قرینہ کے علاوہ کشف صحیح اور واضح الہام ہے۔ یہ معرفت اس درویش کے معارف مخصوصہ میں سے ہے۔ مشائخ عظام اس کمال کو جمع بین التوجہین میں سمجھتے ہیں۔ والامر الی اللہ سبحانہٗ والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفی علیہ و علی الہ الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا ۔(میں اپنا کام اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد و علی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا کی متابعت کو لازم کیا)۔

منھا ۔مشائخ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ ولایت کا مرتبہ حاصل کرنے کے بعد اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں اور سلوک میں سیر الی اللہ کے دوران جو آفاقی مشاہدہ (بیرونی مشاہدہ) میسر ہوا تھا، وہ معتبر نہیں ہے۔اور جو کچھ اس درویش پر ظاہر کیا گیا ہے یہ ہے کہ اندرونی مشاہدہ بھی بیرونی مشاہدہ کی طرح معتبر نہیں ہے۔وہ مشاہدہ درحقیقت حق تعالیٰ سبحانہٗ کا مشاہدہ نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ بے چون و بے چگونہ (بے مثل اور بے کیف) ہے۔جس کی آئینۂ چون میں گنجائش نہیں۔تو کیا آئینہ آفاق اور کیا آئینہ نفس؟ (وہ کسی میں نہیں سما سکتا)۔کیونکہ وہ حق سبحانہٗ نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج، نہ عالم سے ملا ہوا ہے اور نہ عالم سے جدا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رویت و ظہور نہ عالم کے اندر ہے اور نہ عالم سے خارج میں ہے۔وہ نہ عالم سے اتصال (ملاپ) رکھتا ہے اور نہ اس سے منفصل (الگ ہے)۔لہٰذا آخر کار اس کے دیدار کو بلا کیف کہا گیا ہے۔جو عقل و وہم کے دائرہ سے خارج ہے۔دنیا میں اس راز کو خواص الخواص پر منکشف کیا گیا ہے۔اگرچہ یہ دیدار نہیں، لیکن دیدار کی مانند ہے۔یہ ایسی عظیم دولت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد بہت کم کسی کو اس دولت کی سعادت بخشی گئی ہے۔اگرچہ آج یہ بات غیر از قیاس معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ اس کو قبول نہیں کرتے (یعنی اس پر یقین نہیں رکھتے)۔تاہم اس عظیم نعمت کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔تنگ

نظر لوگ اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ اور ان شاء اللہ مستقبل میں یہ نسبت اس خصوصیت کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ظاہر ہوگی۔ **والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعة المصطفے صلوات اللہ تعالٰی و تسلیمات علیہ و علی الہ واصحابہ اجمعین۔**

منھا ۔ جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس حاضر ہو تو شیخ کو چاہیے کہ پہلے طالب کو تین تا سات مرتبہ استخارہ کے تکرار کا حکم دے۔ اگر ان استخاروں کے بعد طالب میں کوئی تذبذب یا شک و شبہ پیدا نہ ہو تو شیخ اس (کی تربیت) کے کام کا آغاز کرے۔ پہلے اس کو توبہ کا طریقہ سکھائے اور دو رکعت نماز توبہ ادا کرنے کا حکم دے۔ کیونکہ توبہ کے حصول کے بغیر اس راہ (سلوک) میں قدم رکھنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ لیکن چاہیے کہ توبہ کے حصول میں بقدر اجمال اکتفا کرے اور توبہ کی تفصیل کو مستقبل پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں بہت کمزور ہیں۔ اگر آغاز ہی سے تفصیل توبہ کے حصول کی تکلیف دی جائے تو لازماً اس کے حصول میں کافی عرصہ لگے گا۔ اس دوران ممکن ہے کہ طالب سستی کا شکار ہو جائے اور (اصل) مقصد کے حصول کو چھوڑ دے۔ بلکہ (ممکن ہے) مکمل توبہ بھی نہ کر سکے۔ اس کے بعد طالب کی اصل استعداد کے مطابق (سلوک کی) تربیت کرے۔ اور اس کی قابلیت کے مناسب اس کو تعلیم دے اور اس کے کام میں مناسب توجہ رکھے اور اس کے حال کے مناسب اس کی توجہ میں رعایت کرے۔ راہ سلوک کے آداب و شرائط اس سے بیان کرے۔ قرآن و سنت کی متابعت (پیروی) اور سلف صالحین کی تعلیم کی ترغیب دے۔ اور (طالب) یہ جان لے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب کا حصول بہت مشکل ہے اور یہ بھی (طالب کو) بتا دیا جائے کہ وہ تمام کشف اور احوال جو اسے پیش آئیں اگر بال برابر بھی کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو ان پر اعتبار نہ کرے بلکہ ان سے استغفار کرے۔ اور (طالب کو) اس بات کی نصیحت کرے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء (تصورات) کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرے۔ اور

ضروری فقہی احکام کی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ اس علم پر عمل کرنے کی بھی تاکید کرے ۔کہ ان دو بازوؤں یعنی اعتقاد اور عمل کے بغیر اس راہ (سلوک) میں پرواز کرنا میسر نہیں ہو سکتا۔اور یہ تاکید کرے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ کھانے میں بڑی احتیاط کرے۔جو کچھ مل جائے نہ کھائے۔اور جہاں کہیں سے کھانے کو جو ملے تناول نہ کرے۔جب تک کہ واضح شریعت کے مطابق اس سلسلے میں فتویٰ نہ مل جائے۔(یعنی جب تک شریعت اس کی اجازت نہ دے ،استعمال میں نہ لائے)۔مختصر یہ کہ تمام امور میں آیت کریمہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَ مَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا . (سورہ الحشر۔آیت ۷) یعنی (جو کچھ اللہ کا رسول ﷺ عطا فرمائے اسے قبول کرو اور جس سے منع فرمائے اس سے رک جاؤ)، کے حکم کو اپنا نصب العین بنائے۔

طالبان کا حال دو حکموں سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ اہل کشف و معرفت سے ہوں گے یا ارباب جہل و حیرت میں سے۔لیکن (راہ سلوک کی) منازل طے کرنے اور پردے ہٹ جانے کے بعد واصل ہو جاتے ہیں۔جہاں تک خود وصول کا تعلق ہے تو کسی ایک جماعت کو دوسری پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔جیسا کہ دو اشخاص دُور دراز کا سفر طے کر کے کعبہ تک پہنچتے ہیں۔ایک راستے کی منزلوں کو دیکھتا چلا گیا اور ہر منزل کی تفصیل کو اپنی استعداد کے مطابق سمجھتا چلا گیا اور دوسرا راستے کی منزلوں سے آنکھیں بند کر کے گزرتا گیا (یعنی نظر انداز کیا) اور (ان منزلوں کی) تفصیل جانے بغیر کعبہ تک پہنچ گیا۔دونوں شخص اپنے طور پر کعبہ تک پہنچنے میں برابر ہیں۔اس رسائی میں کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔اگرچہ راستے کی منازل کی معلومات/ پہچان میں دونوں میں نمایاں فرق ہے۔مطلوب تک پہنچ جانے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔لان المعرفة فی ذات اللّٰہ تعالیٰ جھل و عجز عن المعرفة (اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت میں جہل اور عجز کیا جائے)۔

جاننا چاہیے کہ سلوک کی منزلیں طے کرنے کیلئے دس مقامات سے گزرنا ہوتا ہے۔

(واضح ہو کہ وہ دس مقامات یہ ہیں: توبہ۔ انابت۔ زہد۔ قناعت۔ ورع۔ صبر۔ شکر۔ توکل۔ تسلیم اور رضا)۔ اور یہ مقامات ان تین قسم کی تجلیات سے وابستہ ہیں (۱) تجلیٔ افعال (۲) تجلیٔ صفات (۳) تجلیٔ ذات۔ اور ان میں سے مقام رضا کے علاوہ باقی سب تجلیٔ افعال اور تجلیٔ صفات سے وابستہ ہیں۔ اور مقام رضا، تجلیٔ ذاتِ حق تعالیٰ وتقدس سے وابستہ ہے۔ اور محبت ذاتیہ میں محبّ کے لیے محبوب کی جانب سے دکھ اور آرام دونوں لازم ہیں۔ (یعنی دونوں محبّ کے لیے مفید ہیں)۔ پس اس مقام میں لازماً رضا نصیب ہوتی ہے اور ناپسندیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات میں حدِ کمال تک پہنچنا تجلیٔ ذات کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کہ جس کے ساتھ مکمل فنا وابستہ ہے۔ لیکن باقی نو مقامات کا حصول تجلیٔ افعال وتجلیٔ صفات سے ہی ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب کبھی (سالک) اللہ تعالیٰ کی قدرت اپنے اوپر اور تمام اشیاء پر مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ اور انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خوف کھاتا ہوا اور ڈرتا ہوا تقویٰ کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیرات پر صبر کرتا ہے۔ بے صبری اور کمزوری کو چھوڑ دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو تمام نعمتوں کا مالک جانتا ہے، اسی کو عطا کرنے والا، روکنے والا، سمجھتا ہے تو ناچار مقام صبر میں آجاتا ہے تو توکل میں راسخ قدم ہو جاتا ہے (یعنی توکل میں اس کا یقین پختہ ہو جاتا ہے)۔ اور جب نرمی ومہربانی جلوہ گر ہوتی ہے تو وہ مقام رجا (امید) میں آجاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتباری دکھائی دیتی ہے تو مجبوراً (اس کے دل میں) دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ فقر کو اختیار کرتا ہے۔ اور زہد وتقویٰ کو اپنا وتیرہ بنالیتا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ ان مقامات کا تفصیل وترتیب کے ساتھ حصول صرف سالک مجذوب کے لیے مخصوص ہے۔ اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طور پر طے کرتا ہے کیونکہ عنایت ازلی نے اسے ایسی محبت میں گرفتار کیا ہے کہ ان مقامات کی تفصیل کی طرف راغب ہونا اس کی طاقت میں نہیں رہتا۔ اس محبت کے زیر اثر ان مقامات کا نچوڑ

(مقصود) اور ان منازل کا خلاصہ اسے مکمل طور پر حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحب تفصیل (سالک مجذوب) کو میسر نہیں ہوتا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

منھا۔ طالب کو چاہیے کہ وہ آفاقی (بیرونی) اور انفسی (اندرونی) باطل معبودوں کی نفی کرنے کا پورا اہتمام کرے اور معبود برحق کے اثبات کی جانب جو کچھ اس کے فہم اور وہم کے دائرہ میں آئے اس کو بھی زیر نفی داخل کرے اور اس کی موجودیت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس جگہ پر وجود کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (حق تعالیٰ کو) وجود سے بھی ماوراء تلاش کرنا چاہیے۔ علمائے اہل سنت نے کیا خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سبحانہٗ تعالیٰ پر زائد ہے۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود کے علاوہ دیگر امر کا اثبات نہ کرنا، یہ نظر کا قصور ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "مالک الودود (حق سبحانہٗ) کی دنیا، عالم وجود سے اوپر ہے"۔ اس درویش (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کو جب عالم وجود سے اوپر گزارا گیا تو کچھ عرصہ تک مغلوب الحال رہا اور اپنے آپ کو علم تقلیدی (علم تحقیقی و کشفی) کی رو سے اہل اسلام میں شمار کرتا رہا۔ مختصر یہ کہ جو کچھ عقل و شعور میں آسکتا ہے وہ بھی بطریق اولیٰ ممکن ہی ہوگا۔ فسبحان من لم یجعل للخلق الیہ سبیلا الا با لعجز عن معرفتہ (پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لیے صرف اور صرف معرفت سے عجز کی راہ بنائی)۔ وہ گمان نہیں کرتے کہ اس فنافی اللہ اور بقاباللہ سے ممکن واجب ہو جائے کیونکہ وہ محال ہے اور قلب حقائق کو لازم ہے۔ پس جب عجز کے بغیر ممکن واجب نہیں ہوتا تو واجب تعالیٰ کے ادراک سے ممکن نصیب نہیں ہوتا۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

ترجمہ۔ عنقا کبھی کسی شکاری کے جال میں نہیں پھنستا۔ کیونکہ یہاں (عنقا کی بجائے) ہمیشہ ہوا ہی جال میں پھنستی ہے۔ یعنی ایسی کوشش بے سود ہوتی ہے۔ عنقا ایک فرضی پرندہ ہے جو نہیں نہیں ہوتا)... بلند ہمتی اسی طرح اپنے مطلب کی خواہش مند ہوتی ہے مگر اس سے کچھ

ہاتھ نہیں آتا اور اس سے کچھ اتا پتا نہیں ملتا۔ ایک جماعت ہے کہ اپنے مطلب کی خواہش مند ہے کہ اس کو اپنا عین پاتی ہے اور اس سے اپنا قرب وساتھ پیدا کر لیتی ہے۔

ع آں ایشانند من چنینم یارب

ترجمہ۔ یارب وہ اُس طرح کے ہیں اور میں اِس طرح کا ہوں۔ (یعنی کہاں وہ اور کہاں میں)۔ والسلام۔

منہا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ ہر شیخ کے آئینے کی دو جہتیں ہیں۔ لیکن میرے آئینے کی چھ جہتیں ہیں۔ اس کلمہ کی قدسیہ کی مانند اس زمانے تک اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس حوالے سے کوئی اشارہ یا رمز بھی بیان نہیں کی ہے۔ اس حقیر ناچیز کی کیا جرأت کہ اس کی تشریح کی کوشش کرے یا اپنی زبان کھولے۔ لیکن جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس معمہ کا بھید اس حقیر پر کھول دیا اور اس کی اصل حقیقت ظاہر کر دی تو دل میں آیا کہ اس پوشیدہ گوہر کا اظہار کرتے ہوئے (اسے) ضبط تحریر میں لے آؤں اور زبان ترجمان سے تقریر کے محل میں لے آؤں۔ استخارہ کی ادائیگی کے بعد اس کا آغاز کر دیا۔ **والمسئول من اللہ سبحانہ العصمۃ والتوفیق**۔ (اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ (غلطی) سے بچائے اور (حق بیان کرنے کی) توفیق دے)۔

جاننا چاہیے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قالب ہے جو روح اور نفس کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے۔ اور دو جہتوں سے مراد رُوح کی جہت اور نفس کی جہت لیا جاتا ہے۔ پس مشائخ پر مقام قلب کے وصول کے وقت ان دونوں جہتوں کا انکشاف کیا جاتا ہے اور ان دونوں مقامات کے علوم و معارف جو قلب کے مناسب ہیں، سے فیضیاب کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کے برعکس حضرت خواجہ (نقشبندؒ) ان سے ممتاز ہیں اور ان کے وطن میں نہایت کو بدایت میں درج کیا گیا ہے۔ اور اس طرح ان کے آئینہ قلب میں چھ جہتیں پیدا کی گئی ہیں۔

ان کا یہ فرمان اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابرین پر منکشف کردیا گیا ہے جو کچھ تمام انسانوں میں لطائف ستہ سے ثابت ہے وہ فقط ان کے قلب میں متحقق ہے۔اور شش جہت (چھ جہتیں) سے مراد نفس، قلب، رُوح، سر، خفی اوراخفیٰ کے چھ لطائف ہیں۔پس باقی تمام مشائخ کی سیر ظاہر قلب پر ہے اوران (نقشبندیہ) بزرگوں کی سیر قلب کے باطن میں ہے۔ اوراس سیر سے ابطن بطون (پوشیدہ مقامات) تک پہنچتے ہیں۔اور چھ لطائف کے علوم و معارف مقام قلب میں ظاہر کردیئے جاتے ہیں۔لیکن مقام قلب کے مناسب جوعلوم ہیں یہی ہیں۔حضرت خواجہ (نقشبند) قدس اللہ تعالیٰ کے اس کلمہ قدسیہ کامفہوم اس مقام میں اس حقیر پران بزرگوں کی برکت سے زیادہ سے زیادہ واضح ہوا ہے۔تحقیق کے بعد تدقیق اورآیہ کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (اوراپنے رب کی نعمت کاذکرکرو) کے حکم کے مطابق اس مزید کی رمزاوراس تدقیق کااشارہ ظاہر کردیا ہے۔اوریہ اللہ سبحانہٗ والعصمۃ کی توفیق سے ہے۔جان لوکہ قلبِ قلب بھی لطائف پر مشتمل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن قلبِ قلب میں دائرہ کی تنگی یاخفیہ راز (جوظاہرنہیں کیا گیا) کی وجہ سے ان چھ لطائف میں سے دولطائف یعنی نفس اوراخفیٰ جزوی طور پرظاہرنہیں ہوتے۔یہی حال ہے اس قلب میں جوتیسرے مرتبے میں ہے،سوائے اس کے کہ اس میں خفی لطیفہ ظاہرنہیں ہوتا۔اور یہی حال ہے اس قلب میں جو چوتھے مرتبہ میں ہے مگر ظاہرنہیں ہوتا اس لیے لطیفہ سر بھی۔ باوجودیکہ لطیفۂ قلب اورلطیفۂ روح اس میں ظاہرہوتے ہیں اورپانچویں مرتبہ میں لطیفہ رُوح بھی ظاہرنہیں ہوتا۔پس قلب محض ہی باقی رہ جاتا ہےاوروہ بسیط (فراخ) صرف ہے۔جس میں کسی چیز کا ہرگز اعتبارنہیں۔اورمناسب ہے کہ ان (باتوں) کو یہاں معلوم کیا جائے جن کے بعض معارف عالیہ ہیں تاکہ ان کے وسیلہ سے نہایت النہایت اورغایت الغایت تک پہنچنا نصیب ہو۔پس میں اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے بیان کرتا ہوں کہ وہ سب کچھ جوعالم کبیر میں تفصیلی طورپرظاہر ہے وہ عالم صغیر میں اجمالی طورپرظاہر ہے۔عالم صغیر سے ہم انسان مراد

لیتے ہیں۔ پس جب عالم صغیر کا زنگ دُور کردیا جاتا ہے اور وہ منوّر ہوجاتا ہے تو بطریق آئینہ وہ سب جو عالم کبیر میں تفصیلاً تھا، اس میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ کیونکہ زنگ کی دُوری اور نور کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہوگیا ہے۔ پس اس کے چھوٹا ہونے کا حکم زائل ہوگیا ہے۔ اور یہی حال یا کیفیت اس قلب میں ہے کہ جس کی عالم صغیر کے ساتھ نسبت ہے۔ جیسی نسبت عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ ہے یعنی اجمالی طور پر اور تفصیلی طور پر۔ جب عالم اصغر کا زنگ دور کر دیا جاتا ہے تو یہی عالم قلب ہے۔ اور جب اس پر چھائی ہوئی ظلمت ختم کردی جائے تو آئینے کی طرح اس میں وہ کچھ ظاہر ہوجاتا ہے جو عالم صغیر میں تفصیلی طور پر ہوتا ہے۔ اور یہی کیفیت قلب قلب میں ہے جس کو اجمالی اور تفصیلی انداز میں قلب کی طرف نسبت کی جاتی ہے اور اس میں تفصیل ظاہر ہوجاتی ہے، بعد اس کے کہ وہ مجمل تھا بسبب صفائی اور نورانیت کے۔ اور اسی قیاس کے مطابق (حال ہے) اس قلب کا جو تیسرے مرتبہ میں ہے اور اس قلب کا جو چوتھے مرتبہ میں ہے اجمال اور تفصیل میں۔ اور اسی طرح کی تفصیل جو سابقہ مرتبوں میں تھی ان دونوں (مرتبوں) میں بھی ظاہر ہوتی ہے، زنگ کی دوری اور نورانیت کی وجہ سے۔ اور اسی طرح وہ قلب جو پانچویں مرتبہ میں ہے بے شک اس میں اپنی وسعت ہونے کے باوجود اور کسی شے کا اعتبار نہ ہونے کے باوجود کامل صفائی کے بعد وہ سب کچھ ظاہر ہوجاتا ہے جو تمام جہانوں میں عالم کبیر اور عالم صغیر اور عالم اصغر اور اس کے علاوہ جتنے عالم ہیں، میں ہے۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ پس وہ قلبِ قلب تنگ ہے لیکن سب سے زیادہ وسیع ہے اور ایسا کشادہ کہ کشادہ ترین ہے۔ اور قلیل ہوکر بھی اکثر ہے۔ اور تمام اشیاء میں سے کوئی شے بھی اس صفت کے ساتھ پیدا نہیں کی گئی (یعنی جو صفت اس قلب میں ہے وہ کسی اور میں نہیں)۔ اور اس کے صانع یعنی بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ جتنی مناسبت اس کی ہے کسی اور کی نہیں۔ اس نادر لطیفہ سے اس کے صانع (اللہ تعالیٰ سبحانہٗ) کی وہ عجیب نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو باقی مخلوق میں سے کسی سے بھی ظاہر نہیں ہوتیں۔ اسی لیے

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میری گنجائش نہ میری زمین میں ہے نہ آسمان میں (یعنی میں ان میں سمانہیں سکتا) لیکن میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا دل رکھتا ہے۔اور عالم کبیر اگرچہ ظہور کے لیے تمام آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر اپنی کثرت اور اپنی تفصیل کے باوجود اس کی اس ذات (باری تعالیٰ) کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔(وہ ذات) جس میں ہرگز نہ کثرت ہے اور نہ تفصیل ہے ذرہ بھر بھی۔(اور جو ذات کے ساتھ مناسبت کے لائق ہے) وہ تنگ ہے لیکن بہت وسیع ہے۔کشادہ ہے اور کشادہ ترین ہے۔قلیل ہے اور اکثر ہے۔جیسا کہ واضح ہے۔پس جب عارف اتم معرفت اور اکمل شہود تک پہنچ جائے تو اس مقام کا وجود بزرگ اور شریف ہے۔اس مقام کے رتبہ (میں پہنچ کر) وہ عارف تمام جہانوں اور تمام ظہورات کا قلب ہو جاتا ہے اور وہ (عارف) ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہو جاتا ہے۔پس اقطاب، اوتاد، اور ابدال اس کی ولایت کے دائرہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور افراد، اوحاد اور اولیاء کے تمام گروہ اس کی ہدایت کے انوار کے تحت درج ہوتے ہیں۔کیونکہ (ایسا عارف) رسول ﷺ کا قائم مقام اور اللہ کے حبیب ﷺ کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔اور اس شریف اور بزرگ نسبت کا وجود مرادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کمال میں سے مریدوں کے لیے کوئی حصہ نہیں۔یہ عظیم، نہایت اور بلند و بالا غایت ہے۔اس سے اوپر کوئی کمال اور زیادہ عزت والی کوئی عطا نہیں، اگر ہزاروں سالوں کے بعد اس قسم (درجے) کا عارف پایا جائے تو غنیمت ہے اور اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ دراز تک جاری رہتی ہے۔یہ وہ (ہستی یعنی عارف) ہے جس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا ہے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام اس نیکی والی امت میں اسی نسبت شریفہ پر پائے جائیں گے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل اور عظمت والا ہے۔اور اس بلند و بالا دولت کا حصول وابستہ ہے سلوک اور جذبہ کے دونوں طریقوں کو مرتبہ بمرتبہ تفصیل

سے پورا کرنے اور فنائے اتم اور بقائے اکمل کے درجہ بدرجہ مکمل کرنے کے ساتھ۔ اور یہ (عظیم و بالا دولت) سید المرسلین اور حبیب رب العالمین علیہ و آلہٖ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا کی مکمل اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اتباع کرنے والوں میں سے بنایا۔ اور اللہ سبحانہٗ سے درخواست ہے کہ (وہ ہمیں) ان (رسول کریم ﷺ) کی مکمل اتباع کرنے، اس پر ثابت قدم رہنے اور ان کی شریعت پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس پر جو آمین کہے اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے۔ اور یہ معارف ہیں باریک اسرار اور خفیہ رموز کے۔ جن کی بابت (آج تک) اکابر اولیاء اور عظیم صوفیہ میں سے کسی نے بھی نہ کلام کیا اور نہ کوئی اشارہ فرمایا۔ اللہ سبحانہٗ نے اس بندے کو ان اسرار کے ساتھ اور اپنے حبیب علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کے صدقے ان کے اظہار پر منتخب فرمایا۔ کسی نے فارسی شعر میں کیا خوب کہا ہے:

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ۔ اگر بادشاہ کسی بوڑھی عورت کے دروازے پر آ جائے تو اے خواجہ تو حسد و تکبر نہ کر۔

اس کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے ساتھ معلل اور کسی سبب کے ساتھ مسبب کی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرما لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر اور برکتیں ہوں تمام انبیاء و المرسلین پر اور مقربین ملائکہ پر اور اس کے صالح بندوں پر اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کو لازمی جانے۔

منہا۔ رُوح، عالم بے چون سے ہے پس اس لیے لامکانیت ثابت ہوگئی۔ اگرچہ اس کی بے چونی مرتبہ وجوب تعالت و تقدست کی نسبت عین چون ہے۔ مگر اس (روح) کی لامکانیت

جل سلطانہٗ کی حقیقی لا مکانی کی نظر سے عین مکانیت ہے۔ گویا روح اس عالم اور مرتبہ ٔ بے چون کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے۔ پس وہ دونوں رنگ رکھتی ہے مجبوراً عالم چون اس کو بے چون جانتا ہے اور مرتبہ ٔ بے چونی کی نظر سے عین چون ہے۔ اور اس کی یہ برزخیت کی نسبت اس کی اصلی فطرت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن (روح) بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس کے تاریک جسم کے ساتھ گرفتاری کے بعد وہ برزخیت سے نکل آئی ہے اور مکمل طور پر عالم چون کے ساتھ نیچے اتر آئی اور بے چونی کا رنگ اس سے چھپ گیا۔ اس کی مثال ہاروت و ماروت کی مانند ہے کہ بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے واسطے سے فرشتوں کی روحیں بشریت کی پستی میں نیچے اتر آئی ہیں جیسا کہ بعض (عارفوں) نے کہا ہے۔ اگر خداوند جل شانہٗ کی عنایت دستگیری فرمائے اور اس سفر سے واپسی (رجعت) واقع ہو جائے اور اس پستی (تنزل) سے بلندی (عروج) فرمائے تو تاریک نفس اور بدن عنصری بھی اس کی اتباع میں عروج کریں گے اور منزلیں طے کرلیں گے۔ اسی ضمن میں جو کچھ روح کے تعلق اور اس کے تنزل کا مقصود ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور (نفس) امارہ کو اطمینان نصیب ہو جائے گا۔ اور ظلمت (تاریکی) نورانیت (روشنی) میں بدل جائیگی۔ اور جب روح اس سفر کو مکمل کرے گی اور اس کے نزول کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو جائے گا تو اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور مرجوع میں نہایت کو بدایت سے پالے گی۔ اور چونکہ قلب، عالم ارواح میں سے ہے وہ بھی برزخیت میں قیام پذیر ہو جائے گا اور نفس مطمئنہ جو عالم امر کا رنگ رکھتا ہے۔ چونکہ وہ قلب اور بدن کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے وہ بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا۔ اور بدن عنصری جو چار عناصر (پانی، مٹی، آگ، ہوا) کا مرکب ہے وہ عالم کون و مکان میں ٹھہرے گا اور اطاعت وعبادت میں مشغول ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہوتی ہے تو المختصر وہ (ان چاروں) عناصر کی طرف منسوب ہوگی۔ مثلاً آگ کا جزو جو ذاتی طور پر سرکش ہے اور مخالفت کا طالب ہے (تو اس کے منہ سے) ابلیس کی مانند انا خیر منه (میں اس سے بہتر ہوں)

کی آواز نکلے گی اور نفس مطمئنہ جو سرکشی سے باز آ گیا ہے اور چونکہ وہ حق جل سلطانہٗ سے راضی ہو گیا ہے اور حق سبحانہٗ اس سے راضی ہے اور وہ (نفس مطمئنہ) اس (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گیا ہے تو ایک دوسرے سے راضی ہونے والوں میں سرکشی کا تصور نہیں ہے۔ (پھر بھی) اگر سرکشی ہوتی ہے تو وہ قالب (جسم عنصری) سے ہے۔

سیدالبشر علیہ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہاوا کلمہانے شاید جہاد اکبر سے اس ابلیسی سرکشی کو تعبیر فرمایا ہو۔ (مشہور حدیث کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہیں) کہ جس کا منشا جزو قالبی ہے اور وہ فرمایا ہے اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ (میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے) اس سے مراد یا آفاقی شیطان ہے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین (ہم نشین) ہے اور مراد انفسی شیطان ہے۔ اگرچہ اس شیطان کا دبدبہ بھی ٹوٹ گیا ہے اور سرکشی سے باز آ گیا ہے لیکن جو شے ذات میں داخل ہو جاتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی۔

ع سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ ست

ترجمہ۔ کسی حبشی (کے جسم) سے سیاہی کیسے دُور ہو کہ وہ بذات خود (سیاہ) رنگ ہے۔

اور یا اس سے مراد انفسی شیطان ہے اور اس کا اسلام لانا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس کی سرکشی کی مکمل نفی ہو گئی ہے (یعنی ختم ہو گئی ہے)۔ اسلام لانے کے باجود اگر عزیمت ترک کرے اور رخصت کا مرتکب ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی صغیرہ (گناہ) سرزد ہو جائے کہ جس میں حَسَنہ (نیکی) نہ ہو تو بھی گنجائش رکھتا ہے۔ بلکہ ابرار (نیک لوگوں) کی نیکی مقربین (اللہ تعالیٰ کے قرب یافتہ) کے نزدیک بدی ہے۔ (یہ) بھی اسی قبیل (قسم) سے ہے۔ یہ تمام سرکشی کی اقسام ہیں۔ اور اس سے اس سرکشی کا باقی رہنا اس کی اصلاح اور ترقی کے لئے ہے۔ کیونکہ ان امور کے حاصل ہونے کے بعد کہ ان میں انتہائی نقص ہو، ترک اولیٰ (بہتر کا چھوڑ دینا) کے حصول کے لیے ہے۔ (اور اس میں) اس قدر شرمندگی، پشیمانی، توبہ اور استغفار میسر آتی ہے، جو بے انتہا ترقیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اور جب بدن عنصری اپنی جائے قرار میں قرار پاتا ہے تو چھ لطیفوں (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، نفس) سے جدائی اور عالم امر میں ان کے عروج کے بعد ان (لطائف) کا خلیفہ اس عالم میں یقیناً یہی بدن رہ جائے گا۔ (یعنی انسانی بدن ہی ان لطائف کا بطور خلیفہ کام کرتا ہے) اور ان (لطائف) کے تمام کام کرے گا۔ اور اگر اس کے بعد الہام آتا ہے تو اسی مضغۂ گوشت (گوشت کا لوتھڑا یعنی دل) پر آتا ہے۔ جو حقیقتِ جامعۂ قلبیہ کا خلیفہ ہے۔ (لطیفہ قلب جب عالم امر کی طرف عروج کر جاتا ہے تو اسے حقیقتِ جامعۂ قلبیہ کہتے ہیں۔ اور وہ اپنے انوار کے اثرات، اس مضغۂ گوشت یعنی دل پر چھوڑ جاتا ہے۔ اور یہی دل لطیفۂ قلب کا خلیفہ بن جاتا ہے)۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیان فرمایا گیا ہے۔ **من اخلص للہ اربعین صباحا ظهرت ینا بیع الحکمة من قلبهٖ علیٰ لسانه** (جو شخص چالیس روز تک پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو ظاہر ہو جاتی ہیں حکمت کی آنکھیں اس کے دل سے اس کی زبان پر)۔ اس قلب سے مراد یہی مضغۂ گوشت ہے۔ اللہ سبحانہٗ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اور دوسری حدیثوں میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ **اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلیٰ قَلْبِیْ** (بے شک میرے دل پر غبار طاری کر دیا جاتا ہے)۔ غین (غبار یا پردہ) کا چھانا مضغۂ گوشت پر ہے نہ کہ حقیقتِ جامعہ پر۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر غین (پردہ) سے باہر آ گئی ہے اور دوسری حدیثوں میں قلب کا پلٹنا آیا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن**۔ (مومن کا قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے)۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ **قلب المومن کریشیة فی ارض فلاة** (مومن کا قلب میدان میں پڑے معمولی ریشہ کی طرح ہے)۔ اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **اللّٰهم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی طاعتک**۔ (اے اللہ! اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنی

اطاعت پر ثابت قدم رکھ)۔ اور دل کا پلٹنا اور عدم ثبات اسی گوشت کے ٹکڑے (مضغہ) کے لیے ثابت ہے۔ کیونکہ حقیقت الجامعہ کے لئے الٹ پلٹ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ (حقیقت جامعہ) مطمئنہ ہے اور اطمینان پر مستحکم ہے۔ اور حضرت (ابراہیم) خلیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اطمینان قلب کی عرض کی تھی تو ان کی اس سے مراد مضغہ گوشت تھا نہ کہ کوئی اور چیز۔ کیونکہ ان کا قلب حقیقی بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا۔ ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی بناپر۔

صاحب العوارف (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) قدس اللہ العزیز نے فرمایا۔ "بے شک الہام صفت ہے اس نفس مطمئنہ کی جس نے مقام قلب میں عروج کیا ہو اور بے شک اس وقت تمام رنگتیں اور تبدیلیاں (الٹ پلٹ) نفس مطمئنہ کی صفات ہوتی ہیں" ۔ اور جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ احادیث مذکورہ کا مخالف ہے۔ اور اگر (انہیں) اس مقام سے عروج میسر ہو جاتا، جس کے متعلق شیخ نے خبر دی ہے تو انہیں اصل حقیقتِ حال کا علم ہو جاتا۔ اور جس کی میں نے خبر دی ہے اس کی صداقت ظاہر ہو جاتی۔ اور کشف و الہام احادیث نبویہ علی صاحبہا و الصلوات و السلام و التحیات کے مطابق ہو جاتے۔ اور یقیناً تمھیں علم ہو گیا اس چیز کا جس کے بارے میں میں نے خبر دی یعنی مضغہٴ گوشت کی خلافت کی۔ اور اسی مقام پر الہام کا وروو ہوتا ہے اور وہ صاحب احوال و تلونیات ہو جاتا ہے۔ اگر (یہ باتیں) متعصب، جاہل اور حقیقت حال سے ناواقف لوگوں کو مخالف لگیں اور ان کو گراں گزریں جو کچھ احادیث نبویہ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام میں بتایا گیا ہے (تو وہ اس کا کیا جواب دیں گے)۔ جیسا کہ (نبی کریم ﷺ نے) ارشاد فرمایا کہ "بے شک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک مضغہ (لوتھڑا) ہے جب وہ درست ہو گیا تو سارا جسم سنور جاتا ہے۔ اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ قلب (دل) ہے"۔ حضور ﷺ نے مبالغہ کے لحاظ سے مضغہ کو قلب قرار دے دیا۔ اور جسم کی اصلاح اور بگاڑ کو اس (قلب) کی اصلاح

اور بگاڑ کے ساتھ مشروط کر دیا۔ پس جو (کچھ) اس مضغہ کے لیے جائز ہوگا وہ قلب حقیقی کیلئے بھی جائز ہوگا۔ خواہ وہ نیابت اور خلافت کے طریق پر ہی ہو۔

اور جان لو کہ جب رُوح، جسم سے جدا ہو جاتی ہے اس موت کے ذریعے جو قبل از موت ہو تو عارف واصل اپنی روح کو نہ جسم میں داخل پاتا ہے اور نہ اس سے خارج، نہ اس سے ملی ہوئی اور نہ اس سے جدا۔ اور روح کا تعلق جسم کے ساتھ، جسم کی اصلاح کے لیے پاتا ہے۔ بلکہ اس غرض کے لیے بھی کہ اس کا کمال بھی روح کی طرف آ جائے۔ اور اس (روح اور جسم کا) تعلق کا منشا یہی ہے کہ جسم میں اصلاح اور بھلائی ہو۔ اور اگر (ان دونوں میں) یہ تعلق نہ ہو تو جسم مکمل طور پر شر اور نقصان ہو جائے۔ اور یہی حال واجب تعالیٰ کا روح وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس یقیناً اللہ تعالیٰ نہ تو عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے، نہ اس سے ملا ہوا ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ کا تعلق عالم کے ساتھ (فقط) ہے (اسے) پیدا کرنے کا، باقی رکھنے کا، کمالات کے فیضان کا اور نعمتوں اور بھلائیوں کے لیے استعداد پیدا کرنے کا۔ پس اگر تم یہ کہو کہ علمائے اہل حق نے روح کے متعلق اس کلام کی مثل بات نہیں کی بلکہ انہوں نے ایسا (کلام کرنے کو) جائز قرار نہیں دیا۔ اور آپ قلیل و کثیر کی موافقت کو لازم جانتے ہیں۔ پس اس کی کیا وجہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ان میں سے حقیقت روح کے عالم (جاننے والے) قلیل یعنی کم ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی قلت کے پیش نظر روحی کمالات کی تفصیل کے مطابق کلام نہیں کیا بلکہ اجمال پر ہی اکتفا کیا۔ (اور ایسا اس لیے کیا کہ) عوام کی کج فہمی کی بناء پر کہ کہیں وہ گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں (تفصیلاً کہنے سے) اجتناب کیا۔ بے شک روحی کمالات، وجوبی کمالات سے صورت کے لحاظ سے مشابہ ہیں۔ (ان دونوں میں) بہت باریک فرق ہے اور سوائے علمائے راسخین کے کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ پس ان (قلیل علماء) نے اجمال میں ہی مصلحت سمجھی۔ بلکہ اس کے بیان کرنے اور اس کی حقیقت کھولنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ اس (روح) کے کمالات، جن کا پہلے ذکر

ہوا، منکر نہیں ہیں۔اور اس بندۂ ضعیف نے جو اس (روح) کے متعلق بیان کیا اور اس کے بعض خواص کو ظاہر کیا ہے تو علم صحیح اور کشف صریح پر اعتماد کرتے ہوئے (بیان کیا ہے)۔اللہ سبحانہٗ کی مدد اور توفیق اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام کے صدقہ سے اس شبہ کے ازالہ کے ساتھ جو بیان سے مانع تھا (ذکر کیا ہے)۔پس خوب سمجھ لو۔اور یہ بھی مناسب ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ جس طرح جسم، روح کے کمالات سے بے شمار استفادہ کرتا ہے پس روح بھی جسم سے عظیم فوائد حاصل کرتی ہے۔اس لحاظ سے کہ وہ سننے والی، دیکھنے والی، کلام کرنے والی، جسم کے ساتھ اکتساب کرنے والی مجسم ہوگئی ہے۔اور جو افعال عالم اجساد کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں ان کو سنبھالنے والی ہوگئی۔

اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ مل جاتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تو عقل عالم اجساد میں اس کی جگہ خلافت سنبھال لیتی ہے اور عقل معاد (وہ عقل جو دنیا کی بجائے آخرت کی فکر رکھتی ہے) کا نام پاتی ہے۔اس وقت اس (عقل معاد) کی فکر و سوچ آخرت کے لیے محدود ہو جاتی ہے اور زندگی کے اسباب کی فکر سے فارغ ہو جاتی ہے۔اور اس نور کے واسطے سے جو اسے عطا ہوتا ہے، فراست (دانائی) کے لائق ہو جاتی ہے۔یہ مرتبہ کمالات عقل کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔کوئی ناقص (العقل) یہاں اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کے انتہائی یا اعلیٰ مرتبوں میں چاہیے کہ معاش (اسباب زندگی) اور معاد (آخرت کی فکر کرنے والی عقل) کے نسیان (بھول جانا) میں پختہ ہو جائے۔کیونکہ ابتدا میں اس کی فکر خواہ دنیا ہو یا آخرت، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوتی۔میں کہتا ہوں کہ یہ نسیان دوران راہ اس کو فنا فی اللہ کے مرتبہ میں حاصل ہوا تھا۔اور یہ کمال اس سے کئی درجے آگے ہے۔اس جگہ بعد حصول جہل (فنا) کے، علم (بقا) کا رجوع ہے اور تحقق جمع کے بعد فرق کا واپس آنا ہے۔اور کفر طریقت (فنائے مطلق کے بعد تجلیات کے شہود میں ماسویٰ کا انکار کرنا) کے بعد اسلام حقیقی (وحدت اور کثرت کے درمیان فرق اور خالق و مخلوق کے درمیان تمیز) کا مرتبہ جمع میں

حصول ہے۔ احمق فلسفیوں نے عقل کے چار مرتبے ثابت کیے ہیں اور کمالات عقل کو ان میں منحصر سمجھا ہے۔ یہ انتہائی نادانی ہے۔ عقل کی حقیقت کو اس کے توابع کمالات کے باوصف عقل اور وہم سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ (اس کو سمجھنے کے لیے) کشف صحیح اور الہام صریح کی ضرورت ہے جو کہ چراغِ نبوت کے انوار سے اخذ شدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صلوات اور اس کی تسلیمات تمام انبیاء و مرسلین پر عموماً ہوں اور ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ کے حبیب پر خصوصاً ہوں۔

اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ کی عبارات میں یہ تحریر ہے کہ عقل روح کی ترجمان ہے۔ اس کا معنی کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ وہ علوم و معارف جو روحانی ملاقات کے ذریعے مبداء فیاض (یعنی اللہ تعالیٰ) سے فائض ہوتے ہیں، قلب جو عالم ارواح میں سے ہے، اخذ کرتا ہے۔ اس (قلب) کی ترجمان عقل ہے۔ کہ جو اِن (علوم و معارف) کو تحریر کر کے اور خلاصہ تیار کر کے عالم خلق کے گرفتاروں کی فہم کے لائق بناتی ہے۔ اگر وہ (عقل) ترجمانی نہ کرے تو ان کا سمجھنا بہت مشکل بلکہ محال ہو اور جب مضغۂ قلب جو حقیقتِ جامعۂ قلبیہ کا خلیفہ ہے، نے اصل کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کی ملاقات روحانی ملاقات بن گئی تو وہ ترجمان کا محتاج ہو گیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ عقل معاد پر ایک زمانہ ایسا بھی آتا ہے جو نفس مطمئنہ کی خدمت کے لیے شوق کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس (عقل معاد) کو اس (نفس مطمئنہ) کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ (عقل معاد) قالب (جسم) کو تہی اور خالی چھوڑ دیتی ہے اور اس وقت سمجھنا اور یاد رکھنا بھی مضغہ گوشت میں قرار پاتا ہے۔ یقیناً اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جو قلب رکھتا ہے۔ اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ترجمان ہوتا ہے۔ اس وقت عارف کا معاملہ قلب کے ساتھ پیش آتا ہے۔ آتشی جزو کہ اس کی طبیعت سے انا خیر منه (میں اس سے بہتر ہوں) کی آواز آتی تھی، وہ فرمانبردار ہونے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ حقیقی اسلام کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر ابلیسی جامعہ (شیطانیت کا لباس) اس سے اتار دیا جاتا ہے۔ اسے نفس

مطمئنہ کے اصلی مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔اور اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہوا۔اور نفس مطمئنہ کا قائم مقام آتشی جزو بن گیا۔

ع زر شد مس وجودِ من از کیمیائے عشق

ترجمہ: میرے وجود کا تانبا، عشق کی کیمیا سے سونا بن گیا۔

اور ہوائی جزو روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔لہٰذا سالک وصول کے وقت اور اس کے مقام ہوا تک عروج پر بھی اسی ہوا کو حقانیت کا عنوان جانتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔چنانچہ مقام روح میں یہی شہود میسر آتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔مشائخ میں بعض نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر (اس کی) پرستش کرتا رہا۔اور جب اس مقام سے انہیں آگے گزارا گیا تو حق باطل سے جدا ہو گیا اور یہ ہوائی جزو، مقام روحی کے ساتھ مناسبت کے واسطہ سے اس قالب میں روح کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔اور بعض امور میں روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔اور آبی جزو جامعہ قلبیہ کی حقیقت سے مناسبت رکھتا ہے۔لہٰذا اُس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے۔وجعلنا من الماء کل شئی حیی (اور ہم نے تمام اشیاء کو پانی سے پیدا کیا) کی بازگشت بھی مضغہ قلبیہ ہے۔اور خاکی جزو کہ جو اس قلب کا جزو اعظم ہے، ناپاکی، پستی اور کمینگی جو اس کی ذاتی صفات ہیں، سے پاک ہو کر اس قلب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے اور جو کچھ قالب میں ہے اسی کا ماتحت ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔اور یہ اس کے مکمل جامعیت کے واسطہ سے ہے۔قالب کے تمام اجزاء درحقیقت اسی کے اجزاء ہیں۔اسی لیے کرۂ ارضی، عناصر و افلاک کا مرکز بن گیا اور وہ (یعنی زمین یا کرۂ ارضی) عالم کا مرکز بن گیا۔اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام تک پہنچ جاتا ہے اور عروج و نزول کی انتہا ثابت ہو جاتی ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت کا سرمایہ ہے۔یہ ہے وہ انتہا جو ابتدا کی طرف رجوع رکھتی ہے۔جان لو کہ روح اپنے مراتب اور توابع کے ساتھ اگرچہ عروج کے ذریعے اپنی جائے قرار تک پہنچ جاتی ہے لیکن چونکہ ابھی اسے قالب کی

تربیت درپیش ہوتی ہے (اس لیے اسے) اس عالم کی طرف توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب قالب کا معاملہ انجام تک پہنچ جاتا ہے تو روح، سر، خفی، اخفیٰ اور قلب و نفس اور عقل کے ساتھ خداوند قدوس جل سلطانہٗ کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے اور اس قالب سے پوری طرح منہ پھیر لیتی ہے اور قالب بھی پوری طرح مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پس روح اپنے مراتب کے ساتھ شہود اور حضور کے مقام پر قائم ہو جاتی ہے اور ماسویٰ کے نظارہ اور سوجھ بوجھ سے پورے طور پر منہ پھیر لیتی ہے اور قالب مکمل طور پر اطاعت و بندگی کے مقام پر پکا ہو جاتا ہے۔ یہ فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی کمالات کی توفیق دینے والا ہے۔

اور اس درویش کو اس مقام میں خصوصی پہنچ ہے اور وہ روح کا اپنے مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف رجوع کرنا ہے تاکہ ان کو حق تعالیٰ جل و علیٰ کی طرف دعوت دے۔ اور اس وقت روح، قالب کے حکم میں ہو جاتی ہے اور اس کی تابع ہو جاتی ہے۔ اور معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر قالب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے اور اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے۔ مگر نماز کی ادائیگی کے وقت روح اپنے مراتب کے ساتھ خداوند قدوس جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے قالب اگرچہ غافل ہی ہو۔ کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ واصل کا رجوع جو پورے طور پر واقع ہوتا ہے، دعوت کے کامل مقامات میں سے ہے۔ یہ غفلت، جمع کثیر کے حضور کا سبب ہے۔ غافل (لوگ) اس غفلت (کی حقیقت) سے غافل ہیں اور حاضر اس رجعت (لوٹنا) سے جاہل (ناواقف) ہیں۔ یہ مقام تعریف کی ایسی قسم میں سے ہے جو مذمت کے مشابہ ہے۔ ہر کم عقل کی سمجھ اس جگہ تک نہیں پہنچتی۔ اگر میں اس غفلت (خدائی انوار کے آگے تمام احساسات کا بھول جانا) کے کمالات کا ذکر کروں تو کوئی بھی حضور کی ہرگز تمنا نہ کرے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جس نے خواص

بشروں کو خواص فرشتوں پر فضیلت بخش دی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو محمد رسول ﷺ کو تمام جہانوں کی رحمت (رحمۃ العالمین) کا مرتبہ دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو ولایت سے نبوت تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو نبوت سے رسالت تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو اولیائے عشرت کو گوشہ نشین اولیاء پر برتری عطا کرتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو محمد رسول ﷺ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سبقت دیتی ہے۔ بعد اس کے کہ وہ گھوڑے کے دونوں کانوں کی مانند تھے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے۔ ناسمجھوں کے برعکس۔ یہ وہ غفلت جس کے سبب قطب ارشاد، قطب ابدال پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جس کی تمنا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اس مقام پر فرماتے ہیں۔ **یا لیتنی صحو محمد** (اے کاش میں حضرت محمد ﷺ کی بھول ہوتا)۔ یہ وہ غفلت ہے کہ حضور اس کا ادنیٰ خادم ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیشرو ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو بظاہر زوال ہے مگر حقیقت میں عروج ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور ان کے کمالات کے گنبد بن جاتی ہے۔

ع گر بگویم شرح این بے حد شود

ترجمہ: اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں تو بے حساب ہو جائے گی۔

قلیل (تھوڑی چیز) کثیر (بہت زیادہ) پر دلالت کرتی ہے اور قطرہ وسیع سمندر کی خبر دیتا ہے۔ اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ، اُن پر اور اُن کی آل اطہار پر اتم اور اکمل درود و سلام ہو، کی اتباع کو لازم رکھے۔

منھا ۔ حضرت ختم المرسلین ﷺ تمام انبیاء کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے درمیان تجلیٔ ذاتی کے ساتھ ممتاز ہیں۔ اور اس دولت کے ساتھ جو تمام کمالات سے بلند ہے، مخصوص ہے اور ان (یعنی نبی کریم ﷺ) کے کامل فرمانبرداروں کے لیے اس مقام خاص سے حصہ

ہے (یعنی کامل اتباع کرنے والوں کو بھی حصہ ملتا ہے)۔ یہ نہ کہا جائے کہ اس تقدیر سے لازم آتا ہے کہ اس امت (محمدیہؐ) کے کامل، تمام انبیاء کرام سے افضل ہو گئے۔ اور یہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور یہ فضیلت جزوی نہیں ہے کہ اس سے شبہ کو دور کیا جائے بلکہ (یہ فضیلت) کلی ہے۔ کیونکہ بندگانِ خدا کی فضیلت (ایک دوسرے پر) قرب الٰہی جل سلطانہٗ کے سبب ہے۔ جو بھی فضیلت ہے اس فضیلت سے کمتر اور ادنیٰ ہے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امت کے کاملین کو اس مقام سے جو حصہ ملا ہے (اس سے) ان کا اس مقام تک وصول ہو گیا ہے۔ اور فضیلت کا تعلق وصول کے ساتھ ہے۔ اس امت جو تمام امتوں سے بہتر ہے، کے کاملین کا انتہائی عروج انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے قدموں کے نیچے تک ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، ان کا انتہائی عروج، کسی نبی کے قدم کے نیچے تک ہے جو تمام انبیاء سے کمتر ہے۔ الختصر اس امت کے کامل تابع فرمانوں کو نیچے کے مقام میں فوق الفوق کے مقام کے کمالات، جو اُن کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں، سے پورا حصہ ملتا ہے۔ خادم جہاں کہیں بھی ہوگا اس کے مخدوم کا بچا کھچا اسے پہنچ جائے گا۔ دُور کا خادم (اپنے) مخدوم کی بدولت وہ کچھ پالیتا ہے جو قریب رہنے والوں کو خدمت کی دولت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم — این بس کہ رسد زِ دُور بانگ جرسم

ترجمہ: وہ جس قافلہ میں ہے، میں جانتا ہوں کہ پہنچ نہ سکوں گا۔ (میرے لیے) بس یہی (کافی) ہے کہ دور سے گھنٹی کی آواز مجھ تک پہنچے۔

جاننا چاہیے کہ کبھی مریدوں میں اپنے پیروں کے بارے میں یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو برابری کے خیال میں ڈال دیتا ہے۔ (یعنی وہ خود کو

پیر کے برابر سمجھنے لگتے ہیں)۔معاملہ کی (اصل) حقیقت یہی ہے جس کا (اوپر) ذکر ہوا۔ برابری کا حصول اس انداز پر ہوتا ہے کہ جب ان مقامات کا وصول ہو۔ان مقامات کے حصول کے انداز پر نہیں ۔(یعنی وصول کی بجائے صرف حصول پر برابری نہیں ہوسکتی)۔ کیونکہ حصول (وصول کا) طفیلی ہے۔اس جگہ پر کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر نہیں ہوسکتا۔ایسا نہیں ہے۔ بلکہ برابری جائز ہے۔ بلکہ (ایسا) واقع ہوا ہے۔لیکن اس مقام کے حصول اور اس مقام کے وصول میں بڑا باریک فرق ہے۔ ہر مرید اس دولت سے ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ان میں فرق جاننے کے لیے کشف صحیح اور الہام صریح کی ضرورت ہے۔اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ درست الہام کرنے والا ہے۔اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

منہا۔ایک درویش نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اس راہ (سلوک) پر چلنے والے پر ایک حالت بظاہر ہوتی ہے اور ایک عرصے تک برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد پھر چھپ جاتی ہے۔اور ایسا ہوتا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کے سات لطائف ہیں (یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، نفس اور قالبیہ)۔اور ہر لطیفے کی سلطنت اور حکمرانی الگ ہے۔پس اگر ان لطائف میں سے کسی پر کوئی حالت ظاہر ہوتی ہے۔اور وہ قوی حالت نزول کرتی ہے تو سالک کی پوری حالت اس لطیفے کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔اور وہ حال تمام لطیفوں میں سرایت کر جاتا ہے۔اور جتنے عرصے تک اس لطیفہ کی سلطنت/حکومت قائم رہتی ہے وہ حال قائم رہتا ہے۔اور جب اس لطیفہ کی سلطنت یا حکومت ختم ہو جاتی ہے وہ حال بھی ختم ہو جاتا ہے۔اور مدت کے بعد اگر وہ حال رجوع کر لیتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔یا تو اسی پہلے لطیفے کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس وقت اس سالک پر ترقی کی راہ بند ہو جاتی ہے۔اور اگر دوسرے لطیفے پر ظاہر ہو تو ترقی کا راستہ کھل جاتا ہے۔اور اس دوسرے لطیفے

میں بھی پہلے لطیفہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس حالت کے زائل ہونے کے بعد اگر وہی حال لوٹ آئے تو وہ سابقہ دو حالوں سے ظاہر نہیں۔ اور یہی حالت تمام لطیفوں کی ہوتی ہے۔ پس اگر وہ کیفیت تمام لطائف میں اصلیت کے طور پر سرایت کر جائے تو (سالک) حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ **الصلوٰۃ والسلام علی سید البشر و آلہٖ الا طھر۔**

منھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ''اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی ہی عبادت کرتے ہو''۔ (سورہ بقرہ۔ آیت 172)۔ (یہ آیت) احتمال رکھتی ہے کہ کھانے کے حکم کی قید کی شرط ہو۔ یعنی ان لذیذ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا کی ہیں۔ اگر تمھاری طرف سے یہ بات صحیح ہے کہ تم عبادت کے لیے (صرف) اسی (اللہ تعالیٰ) کو مخصوص کرتے ہو۔ اور اگر تمھاری طرف سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ اپنے نفس کی مرضی کے مطابق عبادت گزار ہو تو اس (اللہ تعالیٰ) کی دی ہوئی لذیذ چیزیں مت کھاؤ۔ کیونکہ کہ تم باطنی مرض کے مریض ہو اور رزق میں دی گئی لذیذ چیزیں تمھارے لیے زہر قاتل ہیں۔ اور جب تمھارا باطنی مرض ختم ہو جائے تو پھر لذیذ چیزوں کا کھانا تمھارے لیے صحیح ہوگا۔ ''صاحب کشاف'' نے اس مقام پر طیّبات کی تفسیر شکر کے مطالبہ کے پیش نظر ''لذیذ چیزوں'' سے کی ہے۔

منھا۔ بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم نے فرمایا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ یعنی جو گناہ اس نے معرفت سے پہلے کیا۔ اور اسلام اپنے سے ماقبل (یعنی پہلے کے گناہ) کو ختم کر دیتا ہے۔ اور اسلام کی حقیقت، صوفیہ کے طریقے پر فنا و بقا کے بعد، اللہ سبحانہٗ کی معرفت ہی ہے۔ پس اس معرفت کا حصول، ان گناہوں کو جو اس (معرفت) سے پہلے ہو گئے تھے، مٹا دیتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس گناہ سے

مراد وہ گناہ ہو جو اس معرفت کے بعد ہوا ہو۔ پس اس گناہ سے مراد صغیرہ (گناہ) ہے نہ کہ کبیرہ (گناہ)۔ کیونکہ اولیاءاللہ اس (کبیرہ) سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اور نقصان کا نہ ہونا عدم اصرار کی وجہ سے ہے اور بغیر تاخیر کے توبہ اور استغفار سے (اس کی) تلافی کر لینا ہے۔ اور اس کا یہ معنی بھی جائز ہے کہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ کیونکہ گناہ کا صادر نہ ہونا اس کے نقصان نہ دینے کو ملزوم ہے۔ پس لازم کا ذکر کر کے ملزوم مراد لیا ہے اور اس عبادت سے ملحدوں کو جو وہم ہوا ہے کہ عارف اگر گناہ کی سعی کرے تو اس (گناہ) کا ارتکاب اسے نقصان نہیں دیتا، یہ قطعاً جھوٹ اور واضح گمراہی ہے۔ یہی شیطان کا گروہ یا جماعت ہے۔ خبردار شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بہت ہی عطا فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰؐ اور آپ کی آل پر رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔ اور میں اللہ کریم سے امید رکھتا ہوں، جس کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ یقیناً معرفت سے پہلے کیا ہوا گناہ نقصان نہیں دے گا۔ اس عارف کو جو اسلام کی حقیقت سے متحقق (آگاہ) ہے۔ اگرچہ وہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کی قسم سے ہی ہو۔ کیونکہ وہ (اللہ) سبحانہٗ مالک علی الاطلاق ہے۔ اور بندوں کے قلوب اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے ان کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اور مطلق اسلام ان گناہوں کو جو مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ ہیں، مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ کسی شے کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو زیادتی حاصل ہے وہ مطلق اس (شے) کو حاصل نہیں۔

منہا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ۔ بخلاف تمام موجودات کے کہ وہ وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا موجودیت میں وجود کے ساتھ حاجت رکھنا لازم نہیں آتا تاکہ لوگ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے، زائد نہیں۔

کہ حاجت غیر کے ساتھ لازم نہیں آتی اور وجود کی عینیت کو ثابت کرنے میں ذات (اللہ) جلّ سلطانہٗ کو طویل دلیلوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ اور ہمیں بالخصوص جمہور اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرنا پڑتی کیونکہ یہ بزرگ وجود کی عینیت کے قائل نہیں ہیں، وجود کو زائد سمجھتے ہیں۔ اور (یہ بات) پوشیدہ نہیں ہے کہ وجود کی زیادتی کا حکم واجب تعالیٰ و تقدس کے غیر کے ساتھ حاجت لازم ہے۔ اگر ہم واجب تعالیٰ و تقدس کو وجود زائد کے ساتھ موجود کہیں اور اگر بذات خود موجود کہیں اور اس وجود کو عرض عام (وہ شے جو بذات خود قائم نہ ہو) کے لحاظ سے دیکھیں تو جمہور متکلمین اہل حق کی بات بھی درست ہو جاتی ہے اور حاجت کا اعتراض جو کہ مخالفین کرتے ہیں، بالکل ختم ہو جاتا ہے اور فرق واضح ہے اس بات کے درمیان کہ واجب تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنے اور وجود کو ہرگز دخل نہ دینے میں اور اس بات کے درمیان کہ وجود کے ساتھ موجود کہنے اور اس وجود کو عین ذات ثابت کرنے میں۔ یہ وہ معرفت ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اس اعزاز پر اللہ سبحانہٗ کی بے حد حمد (وشکر) ہے اور اس کے رسول پر درود و سلام ہے۔

منھا - یہ حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے خصائص میں سے ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود تھا۔ اور ہرگز موجودیت میں وجود کا محتاج نہ تھا۔ ہم وجود کو عین ذات سمجھیں یا ذات پر زائد، (یہ بات) برابر ہے۔ دونوں پر عینیت اور زیادتی کا اندازہ کرنے سے احتیاط لازم ہے اور جب حضرت حق تعالیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ کی ان پر جاری عادت ہے کہ جو کچھ مرتبہ وجوب میں ہے اس کا نمونہ امکان کے ہر مرتبہ میں ظاہر کرتا ہے۔ اس کو اکیلا جانتا ہے یا اس کو نہیں جانتا ہے۔ اس خاصیت کے معیار نے عالم امکان میں وجود کو بنایا ہے کہ وجود اگرچہ موجود نہیں ہے اور دیگر معقولات میں سے ہے۔ لیکن اگر ہم اس کے وجود کو فرض کر لیں تو پھر وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہوگا نہ کسی دوسرے وجود کے ساتھ، برخلاف دیگر موجودات کے کہ ان کی موجودیت وجود کی محتاج ہے۔ اور ان کی ذوات کافی نہیں ہیں۔ پس اگر انہوں

نے وجود کو اشیاء کی موجودیت میں داخل کیا ہے تو اگر موجود ہوگا تو اپنی ذات کے ساتھ موجود ہوگا۔ اور کسی دوسرے وجود کا محتاج نہیں ہوگا۔ موجودات کا خالق تعالیٰ و تقدس (یعنی اللہ تعالیٰ) مستقل طور پر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے تو وہ ہرگز وجود کا محتاج نہ ہوگا۔ کتنی عجیب بات ہے۔ اور یقین نہ کرنے والوں کی یہ دوری (بے یقینی) بحث سے خارج ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ صحیح الہام کرنے والا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حکیموں اور اشعریہ اور بعض صوفیہ کی مراد یہ ہے کہ وجود کی عینیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ و تقدس کی ذات کے قائل ہو گئے ہیں تو یہ ایسے ہے کہ ان کو گزشتہ معرفت کے لحاظ سے کہے کہ واجب تعالیٰ و تقدس کا وجود اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ (دیگر) وجود کے ساتھ۔ پس اس بات کہ "اس وجود کے ساتھ موجود ہے جو عین ذات ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے، وجود کے ساتھ نہیں۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر اہل سنت کے خلاف ان کے ساتھ اس مسئلہ میں برابری نہیں ہے۔ چاہیے کہ اہل حق اس تقدیر پر ان کے مقابلے میں کہتے کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے نہ ذات کے ساتھ۔ اور اس تقدیر پر وجود کی زیادتی کا ثبوت زائد ہے۔ پس وجود کی زیادتی کا ثبوت ان پر دلیل ہوتا جو کہ وجود کے نفس میں فریقین کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کی صفت میں ہے۔ جو کہ عینیت اور زیادتی ہوگی۔ یعنی دونوں (اس بات کے) قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر اس کی عینیت اور زیادتی میں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ جب واجب الوجود تعالیٰ و تقدس اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے پس واجب تعالیٰ کو موجود کہنے کے کیا معنی ہوں گے۔ یعنی موجود کا مطلب؟ جس کے ساتھ وجود قائم ہے اور یہاں ہرگز وجود نہ ہے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ واجب تعالیٰ و تقدس کی ذات کا وجود اس کے ساتھ موجود ہے وہ واجب تعالیٰ میں غائب ہے۔ لیکن وہ وجود جس کو عرض عام کے طریق پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر کہا جائے اور اشتقاق کے طریق پر گمان کیا جائے، اگر اس کو اس وجود کے قیام کے اعتبار سے واجب تعالیٰ کو موجود

کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوئی احتیاط لازم نہیں آتی۔ والسلام۔

منہا۔ ہم ہرگز اس خدا کی عبادت نہیں کرتے جو شہود کے احاطہ میں آئے (یعنی مشاہدہ میں آئے) اور اسے دیکھا جاسکے۔ وہ معلوم ہو جائے اور وہم و خیال میں سما سکے۔ کیا وہ مشہود، دیکھا جانے والا، معلوم ہونے والا، وہم میں آنے والا، خیالوں میں آنے والا مثل شاہد، دیکھنے والا، علم والے، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کے مطابق مخلوق اور مٹنے والا ہے۔ (ہرگز نہیں)۔ ع آں لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبم

(میں وہ لقمہ طلب کرتا ہوں جو میرے منہ میں نہ سما سکے، یعنی اپنی حیثیت سے کہیں بڑا اور زیادہ)۔ سیر و سلوک کا مقصد حجابات کا دور کرنا ہے۔ (وہ) حجابات وجوبی ہوں یا امکانی، حتّٰی کہ وصل عریانی نصیب ہو۔ نہ یہ کہ مطلوب کو قید کر کے شکار بنالیا جائے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں انجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

(ترجمہ۔ عنقا کسی بھی بڑے شکاری کے جال میں نہیں پھنستا۔ ہمیشہ اس کے ہاتھ جال میں (شکار کی بجائے) ہوا ہی آتی ہے)۔ یہ چیز باقی ہے۔ آخرت میں دیدارِ حق ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کیفیت کے متعلق ہم خود کو مشغول نہیں رکھتے۔ اس کے ادراک سے عوام کے فہم کی کمی کی وجہ سے نہ کہ خواص لوگوں کے نہ پانے کی وجہ سے۔ بے شک ان کے لیے اس مقام کے متعلق دنیا میں ایک حصہ ہے خواہ اس کا نام دیدار نہ رکھا جائے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

منہا۔ جو کچھ دیدار سمجھ میں آتا ہے وہ مقید ہے اور اطلاق کے تصور کا نزول۔ اور مطلوب یہ ہے کہ جملہ قیود سے پاک اور آزاد ہو۔ پس اس (اللہ تعالیٰ) کو دید اور سمجھ سے سوا ڈھونڈنا چاہیے۔ یہ معاملہ نظر اور عقل کے علاوہ ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو دید اور سمجھ کے علاوہ ڈھونڈنا عقل کے لیے بہت مشکل ہے۔ (یعنی عقل صرف اسی کو تلاش کرتی ہے جو نظر اور سمجھ میں آجائے۔

راز درونِ پردہ ز رندان مست پرس　　کین حال نیست صوفی عالی مقام را

(پردہ کے اندر کے راز مدہوش میخواروں سے پوچھ کیونکہ بلند رتبہ صوفی کا یہ حال نہیں ہے)۔

منھا ۔(ذات) مطلق اپنے اطلاق کے تصور پر ہے۔(عقل و دانش کا) کوئی قیدی اس کا راستہ نہیں پا سکتا۔لیکن جب وہ مقید آئینے میں ظہور فرماتا ہے تو اس کا عکس اس آئینے کے اصول کے تحت رنگین ہو کر مقید اور محدود نظر آتا ہے۔تو وہ نظر اور سمجھ میں (بھی) آتا ہے۔ پس نظر و سمجھ کا اکتفا اس (آئینے کے) عکس کا اکتفا ہے۔اس مطلوب کے عکس سے بلند ہمت افراد اخروٹ اور منقیٰ سے سیر نہیں ہوتے۔(یعنی تھوڑی چیز سے ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔وہ اس سے کہیں زیادہ کی طلب رکھتے ہیں)۔بے شک اللہ سبحانہٗ عالی ہمت لوگوں کو پیار کرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہمیں عالی ہمت لوگوں میں سے بنائے۔(آمین)۔

منھا ۔حال کے آغاز میں میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک مکان کا طواف کرتا ہوں اور ایک جماعت بھی میرے ساتھ طواف میں شریک ہے۔لیکن اس جماعت کی سیر کا موڑ اس حد تک ہے کہ مجھ تک طواف کا صرف ایک دَور پہنچتا ہے۔وہ جماعت دو تین قدم (کا فاصلہ) طے کرتی ہے۔ اس دوران معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان فوق العرش ہے اور طواف کرنے والوں کی وہ جماعت، فرشتے ہیں۔الصلوات والتسلیمات علی نبینا وعلیھم۔اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا اور عظمت والا ہے۔

منھا ۔اولیاءاللہ کے حجابات ان کی بشری صفات ہیں۔جس کے (باقی) تمام لوگ محتاج ہیں۔ یہ بزرگ (اولیاءاللہ) بھی محتاج ہیں۔ان کی ولایت کو حاجت کی ضرورت نہیں۔اور ان کا غصہ بھی دیگر تمام مَردوں کے غصہ کی طرح ہے۔جیسا کہ سید الانبیا علیہ وعلیھم الصلوات و التسلیمات نے فرمایا "میرا غصہ بشر کے غصہ کی طرح ہے"۔جو اولیاء کو آتا ہے۔اسی طرح یہ بزرگ کھانے، پینے، اہل وعیال سے میل جول اور ان سے محبت (کے لحاظ سے) تمام لوگوں

کے ساتھ شریک ہیں۔(دیگر)متفرق تعلقات جو کہ بشریت کے لازمی جزو ہیں وہ خواص اور عوام سے زائل نہیں ہوتے۔اور حق تعالیٰ سبحانہٗ نے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شان میں فرمایا ہے۔''اور ہم نے (ان رسولوں کے) جسم ایسے نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں''۔(سورۃ انبیاء آیت 8)۔اور ظاہر بین کفار یہ کہتے تھے۔''اس رسول کو کیا ہوا کہ(ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے''۔(سورۃ الفرقان آیت 7)۔پس جس کسی کی نظر اولیاء اللہ کے ظاہر پر پڑی وہ (اس کے فیض سے) محروم ہو گیا۔اور دنیا و آخرت کا خسارہ اس کے نصیب میں آ گیا۔اسی ظاہر بینی (یعنی ظاہری طور پر دیکھنا) نے ابو جہل اور ابولہب کو اسلام کی دولت سے محروم رکھا۔اور ہمیشہ کے خسارے میں پڑ گئے۔نیک بخت وہ ہے جس کی نظر اولیاء اللہ کے ظاہر پر نہیں جاتی۔بلکہ اس کی نظر کی تیزی ان بزرگوں کی اندرونی صفات تک پہنچتی ہے۔اور باطن تک ہی رہ جاتی ہے۔پس وہ لوگ مصر کے (دریائے) نیل کی طرح ہیں کہ جو مجوبوں کے لیے آزمائش ہے اور محبوبوں کے لیے پانی ہے۔عجیب معاملہ ہے کہ جس قدر بشری صفات اہل اللہ میں ظاہر ہوتی ہیں دوسرے تمام لوگوں میں ظاہر نہیں ہوتیں۔اس کا چہرہ وہ ہے کہ سیاہی اور گدلا پن ہموار اور صاف ہونے کے وقت اگرچہ تھوڑا ہو، زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔جبکہ ناہموار اور صاف نہ ہونے کے وقت اگرچہ وہ زیادہ ہو، لیکن بشریت کی صفات کی سیاہی عوام میں مکمل طور پر داخل ہو جاتی ہے۔اور قالب، قلب اور روح میں دوڑنے لگتی ہے۔لیکن خواص میں یہ سیاہی قالب اور نفس میں داخل نہیں ہوتی۔اور خاص الخاص کا نفس بھی اس سیاہی سے پاک ہے اور قالب میں بھی داخل نہیں ہوتی۔اسی طرح یہ سیاہی عوام میں نقصان اور خسارے کی موجب ہے جبکہ خواص میں بلندی اور تازگی پیدا کرتی ہے۔خواص (لوگوں) کی یہی ظلمت یا سیاہی ہے جو عوام کی سیاہیوں کو بھی مٹا دیتی ہے ان کے دلوں کو صفائی بخشتی ہے اور ان کے نفس کا تزکیہ کرتی ہے۔اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو عوام سے کوئی نسبت نہ ہوتی اور ہر قسم کے فائدہ کی راہ بند ہو

جاتی۔ یہ ظلمت خواص میں اس قدر پیدا نہیں ہوتی کہ انہیں سیاہ (یا خراب) کرے۔ بلکہ اس کے بعد شرمندگی اور استغفار پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح کی ظلمت اور کدورت ان سے دور ہو جاتی ہے اور انہیں ترقی دیتی ہے۔ یہی ظلمت یا سیاہی ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی، اسی وجہ سے ان (فرشتوں) کی ترقی کا راستہ بند ہے اور اس پر اس ظلمت کا اطلاق تعریف کی اس قسم سے ہے جس میں مذمت کی شباہت ہو۔ عام لوگ اہل اللہ کی بشری صفات کو اپنی بشری صفات کی مانند سمجھتے ہیں (اس لیے) وہ محروم اور خوار ہوتے ہیں۔ حاضر آدمی پر غائب کا قیاس کرنا غلط ہے۔ ہر مقام کی خصوصیات علیحدہ ہیں اور ہر موقع کے لوازم الگ ہیں۔ اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور حضور مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو لازم جانا۔

منہا۔ آدمی جب تک علم و دانش میں گرفتار ہے اور ماسویٰ کے نقوش سے منقش ہے، وہ خوار اور بے اعتبار ہے۔ ماسویٰ (حق تعالیٰ کا غیر) کو بھول جانا راہ (سلوک) کی شرط ہے۔ تاکہ باطنی آئینہ امکان کے زنگ سے پاک صاف ہو جائے۔ حضرت وجوب (اللہ تعالیٰ) کا ظہور محال ہے۔ کیونکہ معارف وجوبی کے ساتھ علوم امکانی کا اکٹھا کرنا ضدوں کو جمع کرنے کی قسم سے ہے۔ (یعنی ایک دوسرے کی ضد ہیں)۔ یہاں ایک قوی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عارف کو بقاء سے مشرف کر دیتے ہیں اور ناقص لوگوں کی تکمیل (وارشاد) کے لیے واپس بھیجتے ہیں تو جو علوم زائل ہو گئے تھے، واپس لوٹ آتے ہیں۔ اس تقدیر پر علوم امکانی کو معارف وجوبی کے ساتھ جمع کرتے ہیں۔ تو (پھر) اس کو ضدین کی جمع (کیوں) کہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت عارف باقی باللہ برزخیت (واسطہ) کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ گویا وہ وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہے اور دونوں مقامات کے رنگ سے رنگا جاتا ہے۔ اس صورت میں اگر علوم (امکانی) اور معارف (وجوبی) دونوں مقامات جمع ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ ضدین کے جمع ہونے کا ایک موقع ہے بلکہ کئی بن جاتے ہیں۔ پس جمع

نہیں ہوتے۔

منہا ۔اشیاء کا وہ علم جو فنا کے مرتبہ میں زائل ہو گیا تھا، تو بقا کے بعد گر لوٹ آئے تو عارف کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس رجوع میں اس کا کمال ہے۔ بلکہ اس کا کمال اسی رجوع کے ساتھ مربوط ہے۔ کیونکہ عارف بقا کے بعد اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔ واجب تعالیٰ میں اشیاء کا علم عین کمال ہے اور اس کی ضد نقصان کا باعث ہے۔ اسی طرح عارف کا حال پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھید یہ ہے بے شک علم ممکن حد تک معلوم صورت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ لازمی طور پر عالم متاثر ہوتا ہے معلوم صورت کے حصول کے ساتھ۔ اور جیسے جیسے علم میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے تو عالم بھی اسی قدر متاثر ہوتا جاتا ہے۔ پس جب اس میں تبدیلی اور اشکال وسیع اور کشادہ ہوتی جاتی ہیں تو اس (کے علم) میں خامی واقع ہوتی جائے گی۔ پس طالب کے لیے لازمی ہے کہ وہ ان تمام علوم کی نفی کرے اور تمام اشیاء کو بھول جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم اس طرح نہیں ہے (جیسے وہ رکھتا ہے) کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے کہ اس میں معلوم صورتوں میں سے کوئی نقشہ بنایا جائے۔ بلکہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر منکشف ہوتی ہیں۔ ایک علم کے تعلق کے ساتھ۔ پس وہ ذات پاک ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی آتی ہے نہ اس کی صفات اور نہ اس کے افعال میں چیزوں کے واقع ہونے کے ساتھ۔ ایک عارف جو پیدا کیا گیا ہے اس کا علم اس صفت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ معلوم چیزوں کی صورتیں اس کے علم میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے حق میں کوئی تاثر پیدا نہیں ہوتا۔ نہ کوئی تبدیلی آتی ہے، نہ کوئی شکل بدلتی ہے اور نہ کوئی خامی واقع ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں کمال پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے گہرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اللہ سبحانہٗ اپنے حبیب علیہ و علی الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا کی برکت سے اپنے خاص بندوں میں سے جسے چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے۔

منھا ۔اس درویش کو بارھویں سال میں انابت (حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا) کے ابتدائی زمانہ میں رضا کے مقام سے مشرف کیا گیا۔ پہلے نفس کو اطمینان سے ہمکنار کیا اس کے بعد درجہ بدرجہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سعادت سے سعادت مند بنایا گیا۔اور (اطمینانِ نفس) کی اس دولت سے اس وقت تک مشرف نہ ہوا تھا جب تک رضا کے حق تعالیٰ جل شانہٗ کا عکس حاصل نہ ہوا تھا۔ نفس مطمئنہ اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا۔سب تعریفیں اللہ سبحانہٗ کی ذات کے لیے ہیں (اس کی نعمتوں کی وجہ سے) بہت زیادہ تعریفیں، پاکیزہ اور برکت سے بھرپور جس طرح ہمارا رب پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے اور درود وسلام اس کے رسول حضرت محمد کریم ﷺ اور ان کی آل پر جس طرح ان کے لائق ہے۔اگر لوگ یہ کہیں کہ جب نفس اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گیا تو پھر دعا کا مطلب اور بلاؤں کے دفع کرنے کی التجا کس لیے؟ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے رضا کا فعل اس کی مخلوق کی رضا کے ساتھ لازم نہیں ہے۔ بلکہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مخلوق کی رضا کفر اور گناہوں کے سبب بُری ہو۔پس مخلوق کی رضا کا بُرا ہونا لازم ہے اور نفس کے بُرے فعل کی وجہ سے نفرت واجب ہے۔اگر اللہ تعالیٰ بُرے (فعل کے سبب) نفس سے راضی نہ ہو گا تو بندہ کیسے راضی ہو گا۔ بلکہ اس صورت میں بندہ سختی اور گندگی میں لگ جاتا ہے۔پس مخلوق سے نفرت اس مخلوق کی رضا کے منافی نہیں ہو گی۔پس بلاؤں کے دفع کرنے کی طلب عمدہ بات ہے۔اور جن لوگوں نے فعل کی رضا اور مفعول کی کراہت کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، وہ رضا کے حصول کے بعد کراہت کے وجود میں شبہ کا شکار ہو گئے ہیں۔اور ان تکلفات کے دفع کرنے میں لگ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ کراہت کا وجود نہ تو رضا کے حال کے منافی ہے اور نہ رضا کے مقام کے۔ (حالانکہ حال اور مقام میں فرق ہے) اور سچ وہ ہے جو اللہ سبحانہٗ کے عطا کردہ الہام کے ساتھ میں نے تحقیق کر دیا ہے۔اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

منہا ۔مدت تک اس بات کی تمنا رہی کہ یہ صورت واضح ہو جو حنفی مذہب میں مناسب ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کی تفصیل سامنے آئے ۔اگر چہ نماز میں قرأت (فاتحہ) فرض ہے اور حقیقی قرأت کو چھوڑ کر حکمی قرأت کو مقرر کرنے کی بات عقل میں نہیں آتی ۔جیسا کہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے ۔**لا صلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب.** (سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں)۔لیکن مذہب کی رعایت کے واسطہ سے بے اختیار قرأت کو چھوڑ دیا گیا اور اس ترک (چھوڑنے) کو ریاضت اور مجاہدہ کی نوع شمار کیا گیا ۔آخر کار حضرت حق سبحانہ‘ وتعالیٰ نے مذہب کی رعایت کی برکت سے کہ جو ملحدوں کے مذہب کی نقل ہے‘ مقتدی کی قرأت کے چھوڑنے میں حنفی مذہب کی حقیقت ظاہر کر دی ۔اور حکمی قرأت‘ بصیرت کی نظر میں حقیقی قرأت سے زیادہ عمدہ ظاہر ہوئی ۔اس لیے کہ امام اور مقتدی سب کے سب مناجات کے مقام میں اکٹھے کھڑے ہوتے ہیں ۔بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات (دعا) کرتے ہیں ۔اور امام کو اس امر میں اپنا پیشوا بناتے ہیں ۔پس امام جو کچھ کہتا ہے گویا وہ سب کی زبان میں (یا سب کی جانب سے) کہتا ہے ۔جیسا کہ کوئی جماعت (بہت سے افراد) کسی عظیم الشان بادشاہ کے سامنے کوئی حاجت لے کر جاتی ہے تو اپنے میں سے ایک پیشوا بنا لیتی ہے جو سب کی جانب سے اپنی حاجت کو عرض کرتا ہے ۔اس کے برعکس اگر دوسرے سارے افراد پیشوا کے بولنے کے باوجود سب بولنے لگیں تو یہ ادب کے خلاف ہے اور بادشاہ کی ناراضی کا سبب ۔پس اس جماعت کی حکمی گفتگو جو پیشوا کی زبان سے ادا ہوتی ہے‘ حقیقی گفتگو سے بہتر ہے ۔قوم (جماعت) کی قرأت کے حال کا بھی یہی معاملہ ہے جو امام کی قرأت کے باوجود شور وغل میں داخل ہے‘ ادب کے خلاف اور تفریق کا سبب ہے جو کہ اجتماع (اکٹھا ہونا) کے خلاف ہے ۔حنفی اور شافعی مسالک کے درمیان اکثر اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں کہ ظاہراً اور صورت کے لحاظ سے شافعی کی طرف رجوع ہے جبکہ باطناً اور حقیقی لحاظ سے حنفی مذہب کا معاون ہے ۔اس فقیر پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کلام حق (علم عقائد) کے

اختلافات میں حنفی کی جانب (رجوع) ہے۔ تکوین (پیدا کرنا) کی صفات حقیقیہ میں سے ایک جانتے ہیں۔ اگرچہ ظاہراً طور پر قدرت و ارادہ کے ساتھ رجوع کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن گہری نظر اور فراست کے نور سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوین ایک علیحدہ صفت ہے۔ اسی طرح باقی کا قیاس کر لیں۔ اور فقہی اختلافات میں عقائد کے اکثر مسائل میں حنفی (مسلک) کی جانب یقین ہے اور کم میں تردد ہے اور اس فقیر کو حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے ان احوال میں اوسط (درمیانی راہ) کا حکم فرمایا تھا کہ اس وقت ہر مسئلہ میں تیری حیثیت علم کلامی کے مجتہد کی ہے۔ (علم) کلامیہ کے مسائل میں اس فقیر کی رائے خاص طرز کی ہے اور مخصوص علم ہے۔ اکثر اختلافی مسائل میں جو ماتریدیہ (امام ابو منصور ماتریدیہ کے پیروکار) اور اشاعرہ (امام ابوالحسن اشعری کے پیروکار) میں وجہ تنازعہ ہیں' اگر اس مسئلے کے پیدا ہونے کے بارے میں ابتدائی طور پر دیکھا جائے تو اس (مسئلہ) کی حقیقت اشاعرہ کی جانب مفہوم دیتی ہے۔ لیکن جب نورِ فراست اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو حق (سچائی) ماتریدیہ کی جانب ہے۔ (علم) کلامیہ کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے مطابق ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان (ماتریدیہ) بزرگوں کو سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی پیروی کے واسطے سے جو عظیم شان حاصل ہوئی ہے، وہ ان کے مخالفین کو فلسفیوں کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ میسر نہیں ہے۔ اگرچہ دونوں فریق (ماتریدیہ اور اشاعرہ) اہل حق میں سے ہیں۔ (تاہم) ان بزرگوں کے بزرگ ترین امام کی بلند شان کے بارے میں امام ذی شان اور رہنمائے کامل امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ علم والے' پرہیزگار اور متقی مجتہدین ہیں۔ کیا شافعیؒ اور مالکؒ اور کیا احمد بن حنبلؒ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام فقہاء ابو حنیفہؒ کی اولاد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ جب امام اعظم (ابو حنیفہؒ) کے مزار کی زیارت کو گئے تو اپنا اجتہاد ترک کر دیا اور اپنے اجتہاد کے مطابق کوئی عمل نہ کیا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ

ان کے حضور اپنے (اجتہاد کے مطابق) کوئی ایسا عمل کروں جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔ (انہوں نے) امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت ترک کر دی اور فجر کے قریب قنوت (نماز وتر) نہ پڑھی۔ اس لیے کہ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کی بلند شان سے واقف تھے۔ اور (یہ کہ) مستقبل میں جب حضرت عیسیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام (زمین پر) نزول فرمائیں گے تو ان کا عمل ابو حنیفہؒ کے طریقہ کے مطابق ہوگا۔ جیسا کہ خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ (حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ دوم) نے چھٹی فصل میں فرمایا ہے۔ اور ان کے لیے یہی عظمت کافی ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبر ان کے طریقہ کے مطابق عمل کرے گا۔ دیگر سو عظمتیں اس ایک عظمت کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے خواجہ حضرت (خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ) فرماتے تھے کہ میں بھی امام کے پیچھے (سورۃ) فاتحہ کی قرأت کیا کرتا تھا۔ آخر کار ایک رات میں نے خواب میں امام اعظمؒ کو دیکھا کہ ایک روشن قصیدہ اپنی شان میں پڑھ رہے تھے اور اس قصیدے سے مجھے یہ مضمون بھی ملا کہ بہت سے اولیاء کرام میرے (یعنی امام ابو حنیفہؒ کے) طریق پر عمل کرتے تھے۔ اُس وقت سے میں نے امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت ترک کر دی۔

منہا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک کامل (شیخ) ایک ناقص (مرید) کو طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دے دیتا ہے۔ اور اس ناقص کے مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے حضرت مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمتہ کو کمال کے درجہ کی وصولی سے پہلے ہی طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت عطا کر دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اے یعقوبؒ جو کچھ تجھے مجھ سے ملا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دے۔ اس کے بعد حضرت مولانا (یعقوبؒ) کا کام خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر مکمل ہوا۔ اس لیے مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے (اپنی تصنیف) نفحات میں مولانا یعقوبؒ کو پہلے خواجہ علاؤالدین عطارؒ کے مریدوں میں شمار کیا ہے پھر دوسرے نمبر پر

خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ سے نسبت دی۔ کامل کی ایک قسم یہ ہے کہ ولایت کے درجات میں سے ایک درجہ کی استعداد (لیاقت) جو مرید رکھتا ہے اس درجہ کے حصول کے بعد اس مرید کو طریقت کی تعلیم کی اجازت دیتا ہے۔ اور وہ مرید ایک لحاظ سے کامل ہے اور ایک لحاظ سے ناقص۔ اور اسی طرح وہ مرید جو ولایت کے درجات میں دو درجہ یا تین درجہ کی لیاقت رکھتا ہے وہ (بھی) ایک لحاظ سے کامل ہے اور ایک لحاظ سے ناقص۔ کیونکہ نہایت النہایت تک پہنچنے سے پہلے تمام درجات ایک لحاظ سے کمال کے ہوتے ہیں اور ایک لحاظ سے ناقص۔ یہ اسی طرح ہے۔ شیخ کامل لیاقت کے مرتبہ کے حصول کے بعد اس (مرید) کو طریقت کی تعلیم کی اجازت دیتا ہے۔ پس اجازت مطلق کمال پر موقوف نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ اگرچہ نقص اجازت کے منافی ہے لیکن جب کامل و مکمل (شیخ) ناقص (مرید) کو اپنا نائب بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے تو نقص کا نقصان آگے نہیں بڑھتا۔ اور اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

منھا۔ یادداشت (یاد رکھنا) حضرت ذات باری تعالیٰ و تقدس کی دائمی حضوری سے عبارت ہے۔ اور کبھی اس کا معنی یہ ہے کہ اربابِ قلوب کو بھی جامعیتِ قلب کے واسطہ سے خیال کیا جائے۔ کیونکہ جو کچھ انسان کے پورے وجود میں ہے، وہ تنہا اس کے قلب میں بھی ثابت ہے۔ اگرچہ اجمال اور تفصیل میں فرق ہے۔ پس قلب کے مرتبہ میں ذات باری تعالیٰ و تقدس کا حضور دائمی طور پر میسر ہوتا ہے۔ لیکن یہ معنی یا مطلب یادداشت کی صورت سے ہے، یادداشت کی حقیقت سے نہیں۔ یہ جو یادداشت کی صورت سے ہے، یہ نہایت کا بدایت میں اندراج ہو سکتا ہے۔ (بزرگوں نے) اشارہ فرمایا ہوگا۔ اور یادداشت کی حقیقت کا حصول تزکیہ نفس اور قلب کی صفائی کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن اگر حضرت ذات سے مراد مرتبہ وجوب لیا جائے کہ ذات اس مرتبہ میں صفات وجوبیہ کی جامع ہے۔ پس یادداشت کے حصول کے لیے صرف اس مرتبہ میں تمام مراتب امکانی طے کرنے کے بعد شہود تک پہنچنے کی صورت بنتی ہے

اور صفاتی تجلیات میں بھی یہی معنی ثابت ہیں کہ اس لحاظ سے صفات کا دیدار حضرت ذات باری تعالیٰ کے حضور کے مخالف نہیں ہے۔ اور اگر حضرت ذات تعالیٰ سے مراد تنہا مرتبہ احدیت لیا جائے جو اسماء' صفات' نسب اور اعتبارات سے پاک ہے۔ پس یادداشت کا حصول تمام اسمائی اور صفاتی اور نسبی اور اعتباری مراتب طے کرنے کے بعد خیال کیا جائے گا۔ اس فقیر نے جس جگہ بھی یادداشت کا ذکر کیا ہے اس کے آخر کے معنی لائے گئے ہیں۔ اگرچہ اس مرتبہ میں حضور کا اطلاق مناسب نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے ارباب سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حضور (حاضر ہونا) اور غیبت (غائب ہونا) سے بلند ہے۔ حضور کے اطلاق کے دیدار کے لیے صفات میں سے ایک صفت درکار ہے۔ جو کہ لفظ حضور کے لیے مناسب ہے۔ یادداشت کے لیے دوسرے معنوں میں ہے۔ اس لحاظ سے یادداشت کو نہایت کہنا شہود و حضور کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر شہود و حضور کی گنجائش نہیں ہے۔ (اس سے اوپر فقط) یا حیرت ہے یا جہل یا معرفت۔ لیکن وہ معرفت نہیں جو تو سمجھتا ہے کہ وہ (تیری) معرفت' افعالی اور صفاتی معرفت ہے اور یہ مقام ان منازل کے ساتھ اسماء و صفات کی معرفت سے بلند ہے۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر و علی آلہ الاطہر۔

منھا۔ اس طریقے کو مکمل کرنے اور نہایت النہایت (کے درجہ) کا وصول مشہور دس مقامات کے طے کرنے سے وابستہ ہے۔ کہ (ان دس مقامات میں سے) پہلا توبہ ہے اور آخری رضا ہے۔ کمال کے مراتب میں سے کوئی بھی مقام' رضا کے مقام سے بلند خیال نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ آخری دیدار بھی اور مقام رضا کی حقیقت جیسا کہ مناسب ہے' آخرت میں ظاہر ہوگی۔ اور دیگر مقامات کے حصول کا آخرت میں کوئی تصور نہیں ہے۔ وہاں توبہ کا کوئی معنی نہیں۔ اور زہد کی کوئی گنجائش نہیں اور توکل کا کوئی اظہار نہیں۔ صبر کا وجود نہیں۔ ہاں شکر کا وہاں کچھ ثبوت ہے۔ لیکن وہ شکر، رضا کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے' رضا سے جدا نہیں۔ اگر لوگ پوچھیں کہ کوئی کامل و مکمل ہے اور دنیا کی طرف مطلب رکھتا ہے اور اس نے توکل کے خلاف

چیزیں دیکھی ہیں اور (اس سے) کمزوری جو کہ صبر کے مخالف سے ظاہر ہو جاتی ہے اور (اس میں) نفرت' جو رضا کی ضد ہے' پائی جائے تو اس کی کیا وجہ ہو گی۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ان مقامات کا حصول قلب اور روح کے ساتھ مخصوص ہے اور اخص الخواص کے ساتھ نسبت ہے۔ یہ مقامات نفس مطمئنہ میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن قالب (بدن) اس معنی سے خالی اور بد قسمت ہے، چاہے وہ جتنا بھی دبدبہ اور تیزی دکھائے۔ کسی شخص نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ تو دعویٰ تو محبت کا کرتا ہے لیکن یہ (بدن کا) موٹا پا محبت کے مخالف ہے۔ حضرت شبلیؒ نے اس بارے میں شعر پڑھا

احب قلبی و ما دریٰ بدنی و لو دریٰ ما اقام فی السمن

ترجمہ: (میرا دِل محبوب حقیقی کو دوست رکھتا ہے اور میرا بدن نہیں جانتا۔ اور اگر جانتا ہے تو موٹاپے میں قیام نہیں کرتا)۔ پس اب مقامات کے خلاف اگر کامل کے بدن سے کچھ ظاہر ہوتا ہے تو نقصان نہیں ہوتا۔ ان مقامات کے حصول میں ان بزرگوں کے باطن سے نسبت ہے۔ اور غیر کامل شخص میں ان مقامات کے نقائص پورے طور ظاہر ہوتے ہیں اور ظاہر و باطن (دونوں) دنیا کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور توکل کے خلاف اس کی صورت اور حقیقت شامل ہو جاتی ہے۔ اور قلب اور قالب (بدن) میں کمزوری اور بے چینی ظاہر ہو جاتی ہے اور روح اور بدن میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں کہ جن کو حضرت حق تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے ولیوں کے پردے بنا دیئے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو ان بزرگوں (اولیاء کرام) کے کمالات سے محروم رکھا ہے۔ اور اولیاء میں سے ان چیزوں کے باقی رکھنے میں پوشیدہ حکمت ہے۔ اور حق و باطل میں امتیاز کا نہ ہونا اس دنیا کے لوازم میں سے ہے۔ کیونکہ (یہ دنیا) امتحان کا مقام ہے اور اولیاء میں ان اشیاء کے باقی رکھنے میں دوسری حکمت یہ ہے کہ اگرچہ حسب ضرورت ہو' ان کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر ان اشیاء کو اولیاء سے بالکل دور کر دیا جائے تو ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور فرشتوں کی مانند مقید ہو جاتے ہیں۔ سلام ہو اس پر

جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اتباع مصطفےٰ علیہ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا کو لازم جانا۔

منہا۔ الٰہی یہ کیا (معاملہ) ہے جو تو نے اپنے اولیاء کے ساتھ کیا ہے؟ کہ ان کا باطن حضرت خضر علیہ السلام کا صاف و میٹھا پانی ہے۔ جس کسی نے اس (پانی) سے ایک قطرہ بھی چکھ لیا وہ دائمی زندگی حاصل کر گیا۔ اور ان کا ظاہر، زہر قاتل ہے۔ جو کوئی ان (کے ظاہر) کو دیکھتا ہے ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ ایسے ہیں کہ ان کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت (تکلیف) ہے۔ ان کا باطن دیکھنے والے انہی میں سے (نیک لوگ) ہیں۔ جبکہ ان کا ظاہر دیکھنے والے بد مذہب ہیں۔ ظاہری صورت میں وہ جَو کی طرح ہیں لیکن حقیقت میں گندم عطا کرنے والے ہیں۔ ظاہراً طور پر وہ عوام کی طرح بشر ہیں جبکہ باطنی طور پر فرشتوں کی صفات والے ہیں۔ صورت کے لحاظ سے زمین پر ہیں، معنیٰ کے لحاظ سے آسمان پر ہیں۔ ان کے ہمنشین سنگدلی سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ان کے دوست سعادت مند بن جاتے ہیں۔ وہ اللہ کی جماعت سے ہیں۔ ”جان لو بے شک اللہ کی جماعت والے وہ لوگ ہیں جو فلاح یافتہ ہیں“۔ (سورۃ المجادلہ آیت 22)۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید نا محمد و آلہٖ و سلم۔

منہا۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام کو اس طریق پر پوشیدہ رکھا ہوا ہے کہ ان کا ظاہر ان کے باطن کے کمالات سے ناواقف ہے۔ پس اگرچہ ان کے ماسوا نے ان کے باطن سے بے چونی (بے مثل) اور بے چگونی کے مرتبہ سے نسبت حاصل کر لی ہے، ابھی بے چون ہے اور ان کا باطن عالم امر کا چون ہے۔ اور بے چونی سے حصہ رکھتا ہے۔ اور ظاہر جو سراسر چون ہے اس کی حقیقت کو کیا سمجھے۔ بلکہ ممکن ہے کہ نفس اس نسبت کے حصول سے انکار کر دے، بکثرت جہالت اور عدم مناسبت کی وجہ سے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفس نسبت کے اصول جانتا ہو لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس کا متعلق کون ہے۔ بلکہ یہ زیادہ ممکن ہے کہ وہ حقیقی

متعلق کی نفی ظاہر کرے۔اور یہ سب کچھ اس نسبت کی بلندی کی وجہ سے ہے اور ظاہر کہ گھٹیا ہونے کی وجہ سے۔اور اپنا باطن اس نسبت کا مغلوب ہے اور دیدار و سمجھ سے اوجھل ہے۔نہیں جانتا کہ کیا رکھے اور کس سے رکھے۔پس مجبوراً عاجزی کے بغیر معرفت سے معرفت کا راستہ نہیں ملتا۔اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔پہلے سے معلوم شدہ چیز کے علم سے عاجز ہو جاتا ہے۔ادراک کا نفس نسبت خاصہ سے عبارت ہے کہ اس کے ادراک (سمجھ) کے لیے عاجزی لازمی ہے۔بے شک صاحبِ ادراک مغلوب ہوتا ہے۔وہ اپنے ادراک کو نہیں جانتا اور اس کے علاوہ (کوئی دوسرا شخص) اس کا حال نہیں جانتا۔جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

منہا۔ایک شخص نے صوفیوں والا لباس پہنا ہوا تھا اور اعتقاد کی بدعت میں گرفتار تھا۔یہ فقیر اس کے بارے میں فکر مند تھا۔اتفاقاً میں دیکھتا ہوں کہ انبیاء کرام صلوٰت اللہ تعالیٰ و تسلیماته علیهم با جمعین اکٹھے ہیں اور وہ سب بیک زبان ہو کر اس شخص کے حق میں فرماتے ہیں کہ لَیسَ مِنّا (وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔اس دوران دل میں آیا اور اس شخص کے بارے میں کہ یہ فقیر جس کے حق میں فکر مند تھا دریافت کیا۔اس کے بارے میں انہوں نے فرمایا ''ہم میں سے وہ لوگ تھے (یعنی نیک لوگ) جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے بُرے اعتقاد سے پناہ مانگتے تھے اور بلند مرتبت انبیاء پر طعن کرنے سے پناہ مانگتے تھے''۔

منہا۔اس فقیر پر یہ ظاہر کیا گیا کہ الفاظ ''قرب''، ''معیت'' اور ''حق سبحانہٗ کا احاطہ'' جو قرآن مجید میں مذکور ہوئے ہیں وہ سب ہاتھ اور منہ کی مانند قرآنی متشابہات میں سے ہیں۔اور الفاظ ''اوّل'' و ''آخر'' اور ''ظاہر'' و ''باطن'' بھی اسی طرح کے ہیں اور ان کی مانند ہیں۔پس ہم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو قریب کہتے ہیں۔لیکن ہم قرب کے معنی نہیں جانتے کہ کیا ہیں۔اسی طرح ہم اوّل کہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ اوّل سے کیا مراد ہے۔قرب اور اولیت کے وہ معنی جو ہمارے علم اور فہم کے دائرہ میں آتے ہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے پاک اور بلند تر ہے اور جو

کچھ ہمارے کشف اور شہود میں سماتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اولیت جو بعض صوفیا کرام نے کشف کے ذریعے سمجھا ہے اور اس کشف کے معنی کے مطابق حق سبحانہٗ کو قریب اور ساتھ جانا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے لیے جسمانی انداز کے قائل ہیں۔ (یہ درست نہیں ہے)۔ اور بعض علماء نے اس کی تاویل میں جو کہا ہے اور قرب سے مراد علمی قرب لیا ہے۔ تاویل کے رنگ میں قدرت کے ساتھ ہاتھ ہے اور ذات کے ساتھ منہ۔ تاویل کی تجویز کرنے والوں کے نزدیک تجویز کنندہ ہے اور ہم تاویل کی تجویز نہیں کرتے۔ اور ہم اس کی تاویل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ صحیح علم اللہ سبحانہٗ کو حاصل ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

منہا۔ یہ فقیر نماز وتر کبھی رات کے پہلے حصے میں ادا کرتا تھا اور کبھی رات کے آخری حصے میں پڑھتا تھا۔ انہی راتوں میں سے ایک رات مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا کہ تاخیر سے (رات کے آخری حصے میں) نماز وتر پڑھنے کی صورت میں جب نمازی نیند کرتا ہے اور یہ نیت کرتا ہے کہ رات کے آخری حصے میں نماز وتر ادا کرے گا تو نیکیاں لکھنے والے (فرشتے) ساری رات اس کے نام پر لکھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ نماز وتر ادا کرتا ہے۔ پس جس قدر نماز وتر کو تاخیر سے ادا کیا جائے زیادہ بہتر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس فقیر کو وتر کی جلد ادائیگی یا تاخیر کی ادائیگی کے سلسلے میں سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کے سوا کوئی چیز منظور نہیں ہے۔ اور کوئی فضیلت متابعت (نبویؐ) کی برابر نہیں ہوسکتی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز وتر کبھی اول شب میں ادا فرمائی ہے اور کبھی آخر شب میں۔ (یہ فقیر) اپنی سعادت اسی میں جانتا ہے کہ شک وشبہ والے امور میں سرورِ دو عالم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کرے۔ خواہ وہ شک وشبہ صورت (یعنی ظاہر) کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ لوگوں نے بعض سنتوں میں شب بیداری کی نیت اور اسی طرح کی چیزوں کو شامل کرلیا ہے۔ ان کی اس کوتاہ اندیشی (کم عقلی) پر حیرانی ہوتی ہے کہ ہزار راتوں کی

بیداری کو وہ متابعت کی نصف جَو کے بدلے میں نہیں خریدتے۔ ماہ کے آخری عشرے میں ہم اعتکاف بیٹھے۔ دوستوں کو اکٹھا کر کے ہم نے کہا کہ متابعت (محمدیؐ) کے علاوہ کوئی دوسری نیت نہ کریں۔ کہ ہمارا ترک دنیا جتنا بھی ہو ایک متابعت کے حصول کے لیے سو مصیبتیں ہمیں قبول ہیں۔ لیکن متابعت کے وسیلہ کے بغیر ہم ہزاروں ترکِ دنیا کے معاملہ کو قبول نہیں کریں گے۔

آنرا کہ درسرائے نگاریست فارغست　　از باغ و بوستان وتماشائے لالہ زار

ترجمہ۔ وہ شخص جو محبوب کے گھر میں ہو، اُسے باغ، چمن اور پھولوں کے نظارے کی حاجت نہیں ہوتی۔ (یعنی محبوب کا گھر گلستان سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ وسبحانہٗ ہمیں نبی کریم علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا کی مکمل اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

منہا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ہم درویش بیٹھے تھے۔ اس فقیر نے اپنی اس محبت کے باعث جو سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے غلاموں سے تھی، یوں کہا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس طور مجھ پر غالب ہوگئی کہ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس واسطہ سے محبت کرتا ہوں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رب ہے۔ وہ حاضر (درویش) اس بات سے حیران زدہ ہو گئے مگر مخالفت کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ یہ بات رابعہؒ کی بات کے برعکس ہے۔ کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو میں نے خواب میں کہا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی محبت نے مجھ پر اس طریق پر غلبہ پالیا ہے کہ تمھاری محبت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ سُکر کی خبر دیتی ہیں لیکن میری بات کی اصلیت ہے۔ اس نے عین سُکر میں (یہ بات) کہی اور میں نے صحو کے آغاز میں۔ اس کی بات صفات کے مرتبے میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کے بعد کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مرتبہ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام نسبتوں کو اس مرتبہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں کُلی حیرت ہے یا جہل (بے علمی)۔ بلکہ اس مرتبہ میں ذوق کے

ساتھ محبت کی نفی کی جاتی ہے۔ کسی بھی لحاظ سے خود کو اس کی محبت کے لائق نہیں جانتا۔ محبت اور معرفت (اس کی) صفات سے ہے۔ بس محبت ذاتی سے مراد جیسا کہ کہتے ہیں اس کی ذات احدیت نہیں ہے بلکہ ذات' ذات کے بعض اعتبارات ہیں۔ پس رابعہؒ کی محبت مرتبہ صفات میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ صحیح الہام کرنے والا ہے۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر و آلہ الاطہر۔

منہا ۔ علم کی شرافت معلوم کے رتبہ اور شرف کے لحاظ سے ہے۔ معلوم جس قدر شریف ہوگا اس کا علم اس سے زیادہ بلند رتبہ والا ہوگا۔ پس علم باطن کہ جس سے صوفیہ حضرات ممتاز ہیں' علم ظاہر سے زیادہ باعث عزت ہے۔ کیونکہ علم ظاہر صرف ظاہر علماء کے حصے میں ہے۔ علم ظاہر کی شرافت کو حجام اور جولا ہے کے علم کے مطابق خیال کریں۔ پس پیر کے آداب کا لحاظ علم ظاہر کے استاد سے زیادہ ہے کیونکہ اس سے علم باطن حاصل کیا جاتا ہے اور علم ظاہر اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اسی طرح حجامت اور جولا ہے پن کے استاد سے علم ظاہر کے استاد کا لحاظ زیادہ ہے۔ اور علوم ظاہری کی اصناف میں یہی فرق جاری ہے۔ علم کلام اور فقہ کا استاد، علم نحو و صرف کے استاد سے زیادہ بہتر اور بزرگ ہے۔ اور نحو و صرف کا استاد' علوم فلسفہ کے استاد سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ علوم فلسفہ' علوم معتبرہ میں داخل نہیں ہیں۔ ان کے اکثر مسائل غیر مفید اور فضول ہیں۔ اور ان کے وہ تھوڑے مسائل جو اسلامی کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں اور ان میں تصرف کیا گیا ہے وہ مکمل جہالت سے خالی نہیں ہیں۔ کہ عقل کو ان میں دخل کی مجال نہیں ہے۔ نبوت کا طور طریقہ نظر کی عقل کے طور طریقے سے الگ ہے۔

جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق دیگر تمام صاحبانِ حقوق سے فوقیت رکھتے ہیں۔ بلکہ پیر کے حقوق دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت نہیں رکھتے کیونکہ (اس پر) حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے احسانات ہیں۔ بلکہ حقیقی پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مانند ہے۔ اس کی صورت والی پیدائش

اگرچہ والدین سے ہے لیکن معنوی پیدائش پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ صورت والی پیدائش کی زندگی چند دنوں کی ہے لیکن معنوی پیدائش کی زندگی ہمیشہ کی ہے۔ مرید کی معنوی ناپاکیوں کو پیر اپنے قلب و روح (کی توجہ) سے پاک کرتا ہے اور توجہات کے دوران بعض طالبان (سلوک) سے جو نسبت پیدا ہوتی ہے تو ان کے معدہ کو طہارت بخشتا ہے۔ اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی باطن کی ناپاکیوں کی طہارت میں آلودگی صاحب توجہ کی طرف آتی ہے۔ اور جب تک (اس کے اندر) تیرگی رہتی ہے تو یہ پیر ہی ہے جس کے وسیلہ سے وہ (طالبان) خدا عزّ وجلّ تک پہنچتے ہیں۔ جس کو جملہ دنیوی اور اُخروی سعادتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امارہ، جو ذاتی طور پر کمینہ ہے، پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور سرکشی چھوڑ کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ اور ذاتی کفر سے (تائب ہو کر) حقیقی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ ع گر بگویم شرح این بے حد شود

(اگر میں اس کی تشریح کروں تو بہت زیادہ (طویل) ہو جائے گی)۔

پس اپنی خوش قسمتی (نیک بختی) کو پیر کی رضامندی میں جاننا چاہیے اور اپنی بدبختی کو پیر کی ناراضگی میں سمجھنا چاہیے۔ ہم اللہ سبحانہٗ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ حق سبحانہٗ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید خود کو پیر کی رضامندی میں گم نہیں کر دیتا وہ حق سبحانہٗ کی رضا تک نہیں پہنچتا۔ پیر کی دل آزاری میں مرید کے لیے مصیبت ہے۔ (مرید سے) جو کوئی بھی لغزش ہو (بیعت ہونے کے بعد) تو اس کا علاج ممکن ہے۔ لیکن پیر کی دل آزاری کا علاج کسی چیز سے بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ پیر کی دل آزاری مرید کے لیے بدبختی کی جڑ ہے۔ اللہ سبحانہٗ اس سے پناہ میں رکھے۔ اسلامی اعتقادات میں خلل کا پیدا ہونا اور احکام شرعیہ میں گمراہی کی خرابی کا ہونا اس (پیر کی دل آزاری) کا نتیجہ اور ثمر ہے۔ تمام احوال اور وجدانی کیفیات، جن کا تعلق باطن سے ہے، اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر پیر کی دل آزاری کے باوجود کسی احوال کا اثر یا نتیجہ ظاہر ہو تو اس کو استدراج (خلاف معمول کام) شمار

کرنا چاہیے۔ کہ آخر اس کی کوئی خرابی نکلے گی اور اس کا نتیجہ صرف نقصان ہوگا۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

منہا۔ قالب عالم امر سے ہے اور اس کو عالم خلق کا تعلق اور عشق دے کر عالم خلق کی طرف نیچے بھیجا گیا ہے اور اس مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کو جو ہمارے (سینے کے) بائیں جانب ہے خاص تعلق بخشا گیا ہے۔ اس انداز میں کہ بادشاہ کے اندر خاکروب کا عشق پیدا کیا گیا۔ پھر اس سبب سے اس کو خاکروب کی منزل میں اتارا گیا۔ اور روح جو قلب سے بہت ہلکی ہے وہ اصحاب یمین (نیک لوگوں یا دائیں طرف کے لوگوں) میں سے ہے۔ اور تین لطائف (سر۔ خفی۔ اخفی) جو لطیفۂ روح سے اوپر ہیں وہ **خیر الامور اوسطہا** (ہر امر کی بھلائی اس کے وسط میں ہے) کے شرف سے مشرف کیے گئے ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ ہیں لیکن وسط میں ہونے کے سبب مناسب تر ہیں۔ اور نفس جو حواس کا خادم ہے، اس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اور قلب کی ترقی روح کے مقام میں اس کے اصول سے وابستہ ہے اور روح سے اوپر کے مقام میں۔ اور اسی طرح روح کی ترقی اس سے اوپر کے مقام اور ان اوپر کے مقامات کے وصول سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ اصول شروع میں احوال کے طریق پر ہے اور آخر میں مقام کے طریق پر۔ اور نفس کی ترقی شروع میں احوال کے طریق پر ہے اور آخر میں مقام کے طریق پر، قلب کے مقام میں پہنچنے سے ہے۔ اور آخر کار یہ چھ لطائف اخفیٰ کے مقام تک پہنچتے ہیں اور تمام اکٹھے ہو کر عالم قدس کی طرف پرواز کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور لطیفہ قلب (بدن) کو خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن پرواز بھی شروع میں احوال کے طریق پر ہوتی ہے اور آخر میں مقام کے طریق پر۔ اور یہ فنا کا حصول ہے۔ اور وہ موت جو مرنے سے پیشتر کہی گئی ہے اس سے مراد انہی چھ لطائف کی لطیفہ قلب اور سر سے جدائی ہے۔ ان (لطائف) کی جدائی کے بعد قالب میں حس و حرکت کے باقی رہنے کے متعلق دوسرے مقامات پر بیان کر دیا گیا ہے۔ وہاں پر ملاحظہ کریں۔ یہ ورق اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔ (اس ورق میں)

بات کا اشارہ اور رمز ہی کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام لطائف ایک مقام میں جمع ہوں اور وہاں سے پرواز کریں۔ بلکہ کبھی ہوسکتا ہے کہ قلب اور روح دونوں ہی مل کر یہ کام کریں۔ کبھی تینوں ہوسکتے ہیں اور کبھی چار۔ اور جو کچھ پہلے ذکر کیا گیا ہے (یعنی سب کے اکٹھے ہونے کا) وہ تمام اور مکمل ہے اور ولایت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کے علاوہ ولایت کی اقسام میں سے ہیں۔ اور جب وہ چھ لطائف قالب سے جدائی کے بعد مقام قدس کا وصول کرکے اور اس کے رنگ میں رنگین ہوکر اگر واپس قالب کے ساتھ رجوع کرتے ہیں اور تعلق پیدا کرتے ہیں تو صرف محبت کا تعلق اور قالب کا حکم ہوتا ہے۔ اور آپس میں ملنے جلنے کے بعد ایک قسم کی فنا پیدا کرکے میت (موت) کا حکم لیتے ہیں۔ اس وقت وہ ایک خاص تجلی سے مشرف ہوجاتے ہیں۔ اور نئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اور بقا باللہ کے مقام سے سرفراز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہوجاتے ہیں۔ اس دوران اگر انہیں خلعت بخشی جائے تو واپس عالم کی طرف آتے ہیں اور معاملہ قرب سے دُوری کا انجام پا جائے گا اور مقدمہ مکمل ہوجائے گا۔ اور اگر عالم کی طرف واپس نہ آئیں اور قرب کے بعد دُوری حاصل نہ ہو تو اولیاء کرام گوشہ نشینی اختیار کرلیں گے اور ان کے ہاتھ سے طالبان (سلوک) کی تربیت اور ناقصوں کی تکمیل نہیں ہوگی۔ یہ ہدایت اور نہایت کی بات ہے جو رمز و اشارہ کے انداز میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن ان منازل کو طے کرنے کے بغیر اس (بات) کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور حضرت مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کو لازم جانا۔

منہا۔ حضرت سبحانہٗ وتعالیٰ کا کلام ازل سے ابد تک ایک ہی کلام ہے۔ وہ کلام نہ تو ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا ہے۔ کیونکہ خاموشی اور گونگاپن اللہ تعالیٰ کے حق میں مشکل ہے۔ کیا عجب اگر وہاں ازل سے ابد تک ایک لحہ ہو۔ جبکہ اللہ سبحانہٗ پر زمانہ جاری نہیں ہے (یعنی وہ زمانہ یا وقت سے آزاد ہے)۔ ایک لحہ میں سوائے ایک کلام

کے زیادہ کلام کیسے ہوسکتا ہے۔اور وہ ایک کلام' کلام کی چند اقسام کا تعلقات کی تعداد کے اعتبار سے مدعا رکھتا ہے۔مثلاً اگر مامور (جس کو حکم دیا جائے) سے تعلق پیدا ہو گیا ہو تو وہ امر (حکم) تازہ ہوگا۔اور اگر منہی (وہ فعل جس کا کرنا منع ہے) سے تعلق پیدا ہو گیا تو اس کا نام نہی ہوگا اور اگر اخبار سے تعلق پیدا ہو گیا تو خبر ظہور پذیر ہوگی۔اور اخبار کے باب کی آخیر (یہ ہے کہ) ماضی اور مستقبل سے ایک جماعت کو اشکال میں بدلتے ہیں اور شروع و آخر سے مدلول (دلالت کیا گیا) کے شروع و آخیر پر دلیل کرنے والے ہیں۔اور اگر اشکال نہیں ہے تو چونکہ ماضی و مستقبل (کی یہ آخیر) مخصوص صفات میں سے ہے۔اور دلیل کرنے والی ہے کہ اس کی کشادگی کے اعتبار سے وہ پیدا ہوگئی ہے اور مدلول کے مرتبے میں چونکہ وہ اپنے حال کے ساتھ ہے اور کوئی کشادگی پیدا نہیں کی ہے (اس لیے) ماضی و مستقبل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔دانا لوگوں کا کہنا ہے کہ ماہیت واحدہ کو خارجی وجود کے اعتبار سے علیحدہ ہونا لازمی ہے اور ذہنی وجود کے اعتبار سے صفات (کا) جدا ہونا ہے۔اگرچہ کسی ایک شے میں صفات و لوازم کی دُوری غیریت اور شناخت کے اعتبار سے جائز ہوتی ہے۔دال (دلیل کرنے والا) اور مدلول (دلالت کیا گیا) میں جو کہ دراصل ایک دوسرے سے جدا ہیں' پہلے طریق پر جائز ہوگا۔اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ازل سے ابد تک ایک لمحہ ہے، اس سے مراد تنگی ہے۔ورنہ لمحہ کی بھی وہاں گنجائش نہیں ہے۔وہ بھی زمانے کی مانند یہاں بوجھل ہے۔جاننا چاہیے کہ ''ممکن'' جو قرب الٰہی جل سلطانہ' کے مقامات میں سے ہے۔جب امکان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل اور ابد کو متحد پاتا ہے۔حضرت رسول خاتم النبیین علیہ وعلی الصلوۃ والسلام والتحیۃ نے معراج کی رات عروج کے مقامات میں حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پایا اور حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان موجود تھا۔اہل جنت کو جنت میں دیکھا اور دوزخیوں کو دوزخ میں دیکھا۔اور پانچ سو سال کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو، کہ اغنیاء صحابہ میں سے ہیں، کے بہشت میں داخل ہونے کے وقت سے آدھا دن ہے'

جب بہشت میں پہنچے تو حضرت پیغمبر عظیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے دیر سے آنے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے اپنی مشکلات کے بارے میں بتایا۔ اور یہ سب کچھ ایک لمحہ کی مانند ظاہر ہوا۔ ماضی و مستقبل کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس حقیر فقیر (یعنی حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ) پر بھی بعض اوقات حضرت حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں ایسی حالت پیدا ہوئی۔ فرشتوں کو عین اس حالت میں پایا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے ابھی سجدے سے سر نہ اٹھایا تھا کہ بلند مرتبہ فرشتوں کو ان سجدہ کرنے والے فرشتوں سے جدا دیکھا کہ جو سجدہ تو نہیں کر رہے تھے لیکن اپنے مشہود میں ہلاک اور غرق تھے اور وہ احوال جن کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اسی لمحے میں نظر آ گئے۔ اور جب اس واقعہ کو ایک مدت گزر گئی تو آخرت کے احوال کی تفصیل بیان نہ کی کیونکہ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ تھا۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ (آخرت کے احوال کی) یہ حالت حضرت پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اور جسم (دونوں) پر گزر رہی تھی۔ اور ان کی بصر (ظاہری آنکھ) اور بصیرت (دل کی آنکھ) کو نظر آئی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کو جو کہ محتاج ہیں اگر یہ حالت اتباع (شریعت) کے طریق پر نصیب ہوتی ہے تو روح پر یہ حالت بند ہے (یعنی ناممکن ہے) اور بصیرت سے مخصوص ہے۔

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم   ایں بسکہ رسد ز دُور بانگ جرسم

(جس قافلے میں وہ (محبوب) ہے میں جانتا ہوں لیکن پہنچ نہیں سکتا۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ (قافلے کی) گھنٹی کی آواز مجھ تک آ رہی ہے)۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔

منہا ۔تکوین (اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو پیدا کرنا) واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) کی صفاتِ حقیقیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اشاعرہ (امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ کی اتباع کرنے والے) تکوین کو صفات اضافیہ میں سے جانتے ہیں اور قدرت و ارادہ کو عالم کی تخلیق میں کافی

سمجھتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تکوین قدرت و ارادہ کے علاوہ ایک علیحدہ صفتِ حقیقیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کے معنی (کسی کام کے) کرنے یا چھوڑنے کے ہیں۔ جبکہ ارادہ، قدرت کے ان دونوں اطراف یعنی کرنا یا چھوڑنا میں سے ایک کے لیے مخصوص ہے۔ پس قدرت کا رتبہ' ارادہ کے رتبہ سے بالا ہے۔ اور تکوین' کہ جس کو ہم صفاتِ حقیقیہ میں سے جانتے ہیں' کا رتبہ قدرت اور ارادہ کے رتبے کے بعد ہے۔ کیونکہ اس صفت کا کام اس طرف کی ایجاد یا تخلیق کے لیے مخصوص ہے۔ پس قدرت اس فعل کو صحیح کرنے والی ہے اور ارادہ اس کو مخصوص کرنے والا ہے۔ اور تکوین اس کو ایجاد کرنے والی ہے۔ پس (صرف) تکوین سے مداوا نہیں (یعنی قدرت و ارادہ اس کے لیے کافی نہیں ہیں)۔ اس کی مثال استطاعت مع الفعل کی مانند ہے کہ علمائے اہل سنت نے اس کو درست ثابت کیا ہے۔ اور (اس میں) کوئی شک نہیں کہ یہ استطاعت (کوئی کام کر سکنا) قدرت کے ثبوت کے بعد ہے بلکہ ارادہ کے تعلق کے بعد۔ اور ایجاد کا ثبوت اس استطاعت سے وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت فعل (کام کرنا) کی موجب ہے۔ اور اس میں ترک (چھوڑ دینا) کا مفہوم ناپید ہے۔ اور تکوین کی صفت کا حال یہی ہے کہ ایجاد اس کے ساتھ ایجاب (منظوری) کے طریق پر ہے۔ لیکن یہ ایجاب اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں دیتا کہ اس کا ثبوت قدرت کے ثبوت کے بعد ہے۔ جو کہ فعل (کرنا) اور ترک (چھوڑنا) کی درستگی کے معنی میں ہے۔ اور ارادہ کی تخصیص کے بعد' جو کچھ فلسفیوں نے کہا ہے، یعنی انہوں نے پہلی شرط (جب کرنا چاہے) کو سچائی کے واجب خیال کیا ہے اور دوسری شرط (جب نہ چاہے، نہیں کرتا) کو سچائی کے منع اور ارادہ کی نفی ظاہر کیا ہے، کے خلاف ایجاب کے سلسلے میں وضاحت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اس بات سے کہیں عالی تر ہے۔ اور ایجاب جو ارادہ کے تعلق اور دونوں قدرتوں میں سے ایک کے لیے مخصوص ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے وہ اختیار کے لیے لازم ہے اور اس کا تاکید کرنے والا ہے نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والا ہے۔ اور صاحب فتوحات (شیخ محی الدین ابن

عربی قدس سرہ) کا کشف بھی حکماء کی رائے کے موافق واقع ہوا ہے اور قدرت میں پہلی شرط کو سچائی کا واجب جانتا ہے۔ اور دوسری شرط کو سچائی یا صدق کا منع کرنے والا۔ ایجاب کے اس قول کے مطابق ارادہ بیکار ہو جاتا ہے کہ یہاں پر متساویین میں سے ایک کی تخصیص کی نفی کرتا ہے۔ اور اگر تکوین میں اس معنیٰ کو ثابت کریں تو یہ گنجائش نکلتی ہے کہ ایجاب کے شبہ سے پاک ہے۔ یہ فرق بڑا غور و فکر والا ہے کہ بہت کم کسی نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ علمائے ماتریدیہ نے اگرچہ اس صفت کو ثابت کیا ہے لیکن سنت سنیہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع میں اتنی تیزی نہیں دکھائی ہے۔ تمام اہل کلام میں سے ان کو اس معرفت کے ساتھ ممتاز بنایا گیا ہے اور یہ حقیر فقیر ان بلند مرتبہ لوگوں سے فائدہ اٹھانے والا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم کو سید المرسلین علیہ علی آلہ والصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کے صدقے صحیح عقیدہ رکھنے والوں پر ثابت قدم رکھے۔

منہا ۔ آخرت میں خداوند عزوجل کا دیدار مومنوں کے لیے حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس کے اہل سنت و جماعت کے علاوہ کوئی بھی اسلامی گروہ اور حکمائے فلاسفہ اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ حاضر پر غائب ہونے کا خیال ہے۔ اور وہ غلط ہے۔ اگر مشہود بے چون اور بے چگون ہو تو جس دیدار کا اس سے تعلق ہے وہ بھی بے چون ہوگا۔ اس پر ایمان لانا چاہیے۔ اور اس کی کیفیت کے ساتھ شغل نہیں کرنا چاہیے۔ اس بھید کو آج (دنیا میں) صرف خواص اولیاء پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اگرچہ دیدار نہیں ہے لیکن دیدار کے بغیر بھی نہیں ہے۔ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (جیسے کہ تو اسے دیکھتا ہے)۔ کل کو (آخرت میں) تمام مومنین حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا اپنے سر کی (ظاہری) آنکھ سے دیدار کریں گے لیکن اس کا ادراک نہ کر سکیں گے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں ادراک نہ کریں گی)۔ دو چیزیں معلوم ہوں گی (ایک) علم یقین کہ جس سے دیکھتے ہیں اور (دوسری) التذاذی (لذت) کہ جو دیدار پر مترتب ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ دیدار کے باقی سب لوازم ناپید ہیں۔ یہ مسئلہ کلام (علم عقائد) کے

گہرے ترین مسئلوں میں سے ہے۔ عقل اس (مسئلہ) کے ثبوت اور تصویر سے عاجز ہے۔ انبیاء کرام کی اتباع کرنے والے علماء اور صوفیہ کرام نے اسے نورِ فراست سے' کہ نبوت کے انوار سے اخذ شدہ ہے' معلوم کیا ہے۔ اسی طرح علم کلام کے اس طرح کے دیگر مسائل کہ جن کو عقلی لحاظ سے سمجھنے میں عاجزی اور حیرانی ہے، علمائے اہل سنت نے فقط نورِ فراست سے سمجھا ہے۔ اور صوفیہ کے لیے نورِ فراست بھی ہے اور کشف و شہود بھی۔ کشف اور فراست کے درمیان فرق حدسیات (قیاس کرنا) اور حسیات (محسوس کرنا) کا ہے۔ فراست نظریات (کہ جن کے لیے دلیل کی ضرورت ہے) کو حدسیات بنا دیتی ہے اور کشف' نظریات کو حسیات بنا دیتا ہے۔ اور وہ مسائل کہ جن کے اہل سنت قائل ہیں اور ان کے مخالف جو عقل کے لحاظ سے (ان کو) لازم سمجھتے ہیں' ان کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب اسی طرح کے ہیں کہ جنہوں نے نورِ فراست سے معلوم کر لیا ہے اور کشف صحیح سے دیکھ لیا ہے۔ اگر ان مسائل کے بیان کی وضاحت کی جائے تو اس کا مقصد تصویر اور تنبیہ ہوگا نہ کہ نظر اور دلیل سے ان کا ثابت کرنا۔ کیونکہ عقل کی نظر ان کے ثبوت اور تصویر سے اندھی ہے۔ ان علماء پر تعجب ہے کہ جو ان مسائل (کی وضاحت) میں خود کو مقام استدلال (دلیلیں دینا) پر لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دلائل سے ان کو ثابت کریں اور مخالفین پر اپنی حجت پوری کریں۔ ایسا ناممکن ہے اور دلائل بھی نہیں دیئے جا سکتے۔ مخالف لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کے مسائل بھی ان کی دلیلوں کی مانند کمزور نامکمل ہیں۔ مثلاً علمائے اہل سنت نے استطاعت مع الفعل کو ثابت کیا ہے۔ یہ مسئلہ صحیح مسائل میں سے ایک ہے کہ جس کو نورِ فراست اور کشف صحیح سے معلوم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کو ثبوت کے لیے دلائل دیئے جائیں تو وہ کمزور اور نامکمل ہیں۔ اس مسئلہ کے ثبوت میں ان کے قوی دلائل بھی زیادہ پائیدار نہیں ہیں۔ دو اوقات میں۔ کیونکہ اگر انکار باقی ہوگا تو لازم ہے کہ انکار کے ساتھ انکار کا قیام ہو اور یہ مشکل ہے۔ اور چونکہ اس دلیل کو مخالفوں نے کمزور اور نامکمل سمجھا ہوا ہے (اس لیے) انہوں نے یہ یقین کر رکھا ہے کہ یہ مسئلہ

بھی نا مکمل ہے۔ (مخالفین) نہیں جانتے کہ ان (علمائے اہلسنت) کا اس مسئلہ اور اس جیسے دیگر مسائل کا رہنما نورِ فراست ہے کہ جو نبوت کے انوار سے اخذ شدہ ہے۔ لیکن ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم حدسی اور بدیہی کو مخالفوں کی نظر میں نظر آنے والی بنا دیتے ہیں اور بڑے تکلفات سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس باب کی آخیر کیا ہے۔ ہماری حدسی اور بدیہی مخالفوں پر حجت نہیں ہے۔ گو نہ ہو ہم پر (کسی) اعلان یا تبلیغ کے سوا لازم نہیں ہے۔ جو کوئی مسلمانی کا ابتدائی حسن رکھتا ہے وہ بے اختیار قبول کرے گا اور جو کوئی بد بخت ہے تو فقط انکار کرے گا۔ علمائے اہل سنت نے شیخ الاسلام شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ کے احباب کا جو طریقہ اختیار کیا ہے بہت خوبصورت ہے کہ انہوں نے اپنے مقاصد کو مختصر بیان کیا ہے۔ اور فلسفیانہ گہرائیوں سے رُوگردانی کر کے نظر و استدلال کے طریق کو فلسفیانہ طریق کے ساتھ علمائے اہل سنت و جماعت کے درمیان شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیا ہے اور چاہا ہے کہ اہلسنت کے اعتقادات کو فلسفیانہ دلائل سے مکمل کریں اور یہ مشکل ہے۔ (اس طرح کرنا گویا) مخالفین کو اکابرین پر لعن طعن کرنے کی ہمت بندھانا اور بزرگوں کے طریقے کو چھوڑ دینا ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اہل حق کی آراء کی پیروی کرنے پر ثابت قدم رکھے جنہوں نے نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا کے انوار سے (یہ سب کچھ) اخذ کیا ہے۔

منہا۔ آیت کریمہ **وَاَمَّا بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ** (اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرو) کے حکم کے مطابق اس عظیم نعمت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو معتقداتِ کلامیہ سے نسبت کا یقین جو کہ اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کی آراء کے موافق ہے حصول کے راستے کا حاصل ہو گیا ہے کہ اس یقین کے پہلو میں اس یقین کو جسے بدیہات کے ظاہر سے نسبت حاصل ہے گمان بلکہ وہم کا حکم رکھتا ہے۔ مثلاً جب میں اس یقین کا، جسے کلام کے تمام وسائل سے نسبت حاصل ہے، اس یقین سے، جسے آفتاب کے

وجود سے نسبت ہے، موازنہ کرتا ہوں تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ دوسرے یقین (آفتاب کے وجود والا) کو پہلے یقین کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ عقلمند لوگ اس معنی کو قبول کریں یا نہ کریں بلکہ البتہ نہ کریں کہ یہ مسئلہ نظرِ عقل کے لحاظ سے ماوراء ہے۔ ظاہر بین عقل کے نصیب میں اس مقام سے انکار کے سوا کچھ نہیں۔ اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ یقین قلب کا کام ہے اور وہ یقین جو قلب کو آفتاب کے وجود سے حاصل ہوتا ہے وہ حواس کے ذریعے سے ہے جو ذرائع کا حکم رکھتے ہیں (یعنی اسباب کے محتاج ہیں)۔ اور وہ یقین جو قلب کو مسائل کلامیہ سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی وسیلہ یا ذریعہ کے بغیر ہوتا ہے جو کہ الہام کے طور پر حضرت وہاب جلّ وعلا بغیر کسی واسطہ کے القا فرماتا ہے اور عطا کرتا ہے۔ پس پہلا یقین بمنزلہ علم الیقین کے ہے اور دوسرا یقین بمنزلہ عین الیقین کے ہے۔ ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ۔ (سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی کے برابر نہیں ہوسکتی)۔

منہا۔ جب طالب کا فقط خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کے فضل سے اس کے سینے کا آنگن تمام مرادوں اور تمناؤں سے خالی ہو جاتا ہے تو چاہتا ہے کہ حق سبحانہ کے سوا اس کے لیے کچھ نہ رہے۔ تو اس وقت اسے اس کی پیدائش کے مقصد سے آگاہی ہو جاتی ہے اور بندگی کی حقیقت کو پورا کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر چاہیں کہ اسے ناقصوں کی تربیت کے لیے واپس بھیجا جائے تو خود اسے (اس بات کا) ارادہ عطا فرماتے ہیں اور اختیار دیتے ہیں کہ قولی اور فعلی تصرفات کے اجازت یافتہ بندے کی مانند مختار و مجاز بنایا جائے۔ اس مقام میں، جو کہ اللہ کے اخلاق سے متخلق ہونے کا مقام ہے، صاحب ارادہ جو چاہے گا دوسروں کے لیے چاہے گا اور دوسروں کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے گا، اپنی مصلحتوں کو نہیں۔ جس طرح واجب تعالیٰ کے ارادے کے حال کے مطابق بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ مثال ہے اور یہ ضروری نہیں بلکہ جائز نہیں کہ یہ صاحب ارادہ جو کچھ چاہے وقوع پذیر ہو جائے کہ یہ شرک ہے اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔ حضرت حق سبحانہ اپنے حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے'' جب

تک اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو بے شک ہدایت نہیں ملتی"۔ اگر سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ رک جائے تو دوسروں کی کیا مجال ہے (کہ وہ کام ہو جائے)۔ اسی طرح یہ بھی لازمی نہیں ہے کہ اس صاحب ارادہ کی تمام امنگیں اللہ تعالیٰ کی مرضی بن جائیں۔ لیکن آن سرور علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے بعض افعال اور اقوال پر حق سبحانہٗ کی طرف سے اعتراض نازل نہ ہوتا تھا۔ کَمَا قَالَ سُبْحَانَہٗ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ الخ جس طرح اللہ سبحانہٗ نے فرمایا، "نبی کے لیے لائق نہیں ہے" (الخ)۔ اس پر معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ نے تجھے معاف فرمایا"۔ کیونکہ یہ معافی کوتاہیوں میں تصور کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ حق جلّ وعلا کی تمام مرادیں حق سبحانہٗ کی مرضی نہیں ہیں۔ کالکفر و المعاصی (کفر اور گناہ کی طرح)۔

منہا۔ اس کام میں میرا امام اللہ کا کلام ہے اور اس امر میں میرا پیر قرآن مجید ہے۔ اگر قرآن مجید کی ہدایت نہ ہو تو معبود (حقیقی) کی عبادت کی طرف کا راستہ نہیں کھلتا۔ اور اس راہ میں ہر مہربان اور مہربانی اَنَا اللّٰہ کی صدا لگاتی ہے اور اس راہ کے مسافر کو اپنی پرستش میں گرفتار کر دیتی ہے۔ اگر چون ہے تو خود کو بے چونی کی صورت میں ظاہر کرتی ہے اور اگر تشبیہ ہے تو خود کو تنزیہہ کی شکل میں جلوہ گر کرتی ہے۔ اس جگہ امکان، وجوب کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حدوث، قدیم کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر جھوٹ ہے تو سچ کی شکل میں ظاہر ہے اور اگر گمراہی ہے تو ہدایت کی صورت میں نظر آتی ہے۔ سالک بیچارہ نابینا مسافر کی طرح ہو جاتا ہے کہ ہر ایک چیز "یہ میرا رب ہے" کہتی ہوئی اس کے سامنے آتی ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ خود کو آسمانوں اور زمین کا خالق کہتا ہے اور مشرق اور مغرب کا رب فرماتا ہے۔ (اور اس فقیر کو) عروج کے وقت میں جب ان صفات کو تخیلاتی آلات کے طور پر پیش کیا گیا تو بے اختیار انکار کرتے ہوئے زوال کی طرف لے آئے۔ اور لازمی طور پر لا احب الافلین (میں چھپ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا) کہتے ہوئے ہر چیز سے منہ پھیر لیا اور واجب

الوجود کی ذات کے سوا کسی اور کو توجہ کا مرکز نہ بنایا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت بخشی اور ہم ہدایت پانے والے نہ تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ بخشا۔ تحقیق ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے۔

منہا۔ ہم اپنے خواجہ (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ) کی خدمت میں چار افراد تھے۔ اور ہمارا باقی تمام دوستوں کے درمیان ایک امتیاز تھا۔ ہم میں سے ہر کسی کا حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی نسبت الگ اعتقاد اور جدا معاملہ تھا۔ اس فقیر (حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ) کو پکا یقین تھا کہ آن سرور علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے زمانہ کے بعد جس طرح کی صحبت، اجتماع، تربیت اور ارشاد ہمیں میسر تھی، کسی اور زمانے میں نہیں ہوئی۔ اور اس نعمت کا شکر کرنا ہمارے لیے بجا ہے۔ اگرچہ خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے تھے مگر اس (قسم کی) صحبت کی سعادت سے محروم بھی نہ تھے۔ اور ہمارے (پیر و مرشد) حضرت خواجہ (خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ) باقی تینوں (دوستوں) کے بارے میں اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ فلاں مجھے صاحبِ تکمیل جانتا ہے مگر صاحب ارشاد نہیں سمجھتا۔ اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ اور فلاں ہم میں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور باقی فلاں کے بارے میں فرماتے کہ وہ ہماری نسبت سے انکار کرتا ہے۔ اور ہر کسی کو ہم سے اتنا فائدہ پہنچا، جتنا ہمارے بارے اعتقاد رکھتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ مرید کا اعتقاد اس کے پیر کی افضلیت واکملیت کے ساتھ ہونا، محبت کا ثمرہ ہے۔ (یعنی جس قدر پیر کے افضل وکمال کے ساتھ اعتقاد رکھے گا، محبت بڑھے گی)۔ اور اس سے نسبت رکھنے کا نتیجہ فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے۔ لیکن یہ لازم ہے کہ پیر کو ان لوگوں پر، جن کی فضیلت شریعت میں مقرر ہے، زیادہ فضیلت نہ دے۔ کیونکہ یہ محبت میں حد سے بڑھ جانا ہے اور یہ قابل مذمت ہے۔ شیعہ لوگوں میں خرابی، اہل بیت سے حد سے زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح نصاریٰ (عیسائی) نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ

الصلوٰۃ والسلام کو محبت میں زیادتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ اور دائمی خسارے میں پڑ گئے۔ لیکن اگر ہمیں کوئی اس (زیادتی محبت) کے سوا فضیلت دیتا ہے تو جائز ہے۔ بلکہ طریقت میں یہ واجب ہے۔ اور ایسی فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ اگر مرید آمادہ ہو تو اس میں بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پیر کے کمالات کے وسیلہ سے (سب کچھ) حاصل کرتا ہے۔ اگر ایسی فضیلت دینا مرید کے اختیار میں ہو تو وہ تکلف سے ایسا کرتا ہے جو کہ ناجائز ہے اور اس کا کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔

منھا۔ نفی اثبات میں اعلیٰ درجہ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ** کے ساتھ یہ ہے کہ جو کچھ آنکھ، عقل، کشف اور شہود میں نظر آتا ہے تو وہ تنزیہہ صرف اور بے کیف محض دکھائی دیتا ہے تو یہ سب لا کے تحت داخل ہے اور اثبات کی جانب کے علاوہ ہے۔ اس کلمہ کے علاوہ (کسی اور کلمہ سے) کلام کرنا، گو وہ قلب کے موافق ہو، بے نتیجہ ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی اتباع کو لازم جانا۔

منھا۔ حقیقت قرآنی اور حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدی علی مظہر ھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس لیے حقیقت قرآنی، حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امام ہے اور حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجود ہو گی۔ اس کے باوجود حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت قرآنی پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس جگہ (یعنی حقیقت کعبہ ربانی میں) بے صفتی اور بے رنگی ہے۔ اور شیونات و اعتبارات کے وہاں رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور تنزیہہ و تقدس کو بھی وہاں حاضر ہونے کی مجال نہیں۔　ع

آنجا ہمہ آنست کہ برتر ز بیان است

(وہاں پر وہ سب کچھ ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا)۔ یہ وہ معرفت ہے کہ اہل اللہ میں سے کسی نے بھی اس پر زبان نہیں کھولی اور رمز و اشارہ سے بھی کوئی بات نہیں کی۔ اس درویش کو اس عظیم نعمت سے مشرف کیا گیا اور انسانوں کے درمیان ممتاز بنایا گیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ

کے حبیب اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ و آلہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا کے صدقے اور برکت سے عنایت ہوا۔ جاننا چاہیے کہ صورتِ کعبہ' اشیاء کی صورت کے مسجود کی طرح ہے اور حقیقتِ کعبہ بھی ان اشیاء کے حقائق کی مسجود ہے۔ اور میں ایک عجیب بات کہتا ہوں۔ کسی نے اس کو سنا اور نہ کسی خبر دینے والے نے اس کی خبر دی۔ اللہ سبحانہٗ نے مجھ کو اس کی خبر دی۔ اور اس نے اپنے فضل اور کرم سے مجھے اس کا الہام عطا کیا۔ آں سرور علیہ و علی آلہٖ الصلوات والتسلیمات کی رحلت کے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک زمانہ آتا ہے کہ حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقتِ کعبہ کے مقام سے مل جاتی ہے۔ اس وقت حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)' حقیقتِ کعبہ کے مقام سے مل جاتی ہے۔ اس وقت حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)' حقیقتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نام پاتی ہے اور ذاتِ واحد جلّ سلطانہٗ کی مظہر بن جاتی ہے اور دونوں اسم مبارک اسم بامسمّٰی ثابت ہو جاتے ہیں اور پچھلا مقام حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم) سے خالی ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرماتے ہیں اور وہ شریعتِ محمدی علیھا الصلوات والتسلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ اس وقت حقیقتِ عیسوی (علیہ السلام) اپنے مقام سے عروج کرتی ہے اور حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم) کا جو مقام خالی ہو گیا تھا' اس میں قرار پکڑتی ہے۔

منھا ۔اگر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ نہ ہوتا تو جنابِ خداوند قدس جلّ سلطانہٗ کی راہ کون دکھاتا۔ اور توحید کے چہرہ سے پردہ کون ہٹاتا اور جنتوں کے دروازے کون کھولتا۔ بے شمار صفاتِ بشریہ کلند (لوہے کا بنا ہوا کاشتکاری کا ایک آلہ یعنی کسّی) کے استعمال سے اس لا (کی زمین) کو کھودتی ہیں۔ اور پوری کائنات کے تعلقات اس نفی (لا) کی تکرار کی برکت سے منتفی ہو جاتے ہیں۔ اور اس (کلمہ کی) نفی جھوٹ کے آلہ کا انکار کر دیتی ہے۔ اور اس (کلمہ) کا اثبات معبود برحق جل شانہٗ کو ثابت کر دیتا ہے۔ سالک امکانی مدارج کو اس (کلمہ) کی مدد سے

طے کرتا ہے اور عارف اس کی برکت سے وجوبی معارج کے ساتھ بلندی حاصل کرتا ہے۔ یہ (کلمہ طیبہ) ہی ہے جو (عارف کو) افعال کی تجلیات سے صفات کی تجلیات تک لے جاتا ہے اور صفات کی تجلیات سے ذات کی تجلیات تک پہنچا دیتا ہے۔

تا بجاروب لا نروبی راہ ٭ نرسی در سرائے اِلّا اللہ

(جب تک تو لا کے جھاڑو سے (طریقت کے) راستے کی صفائی نہیں کرتا اس وقت تک تو اِلّا اللہ کے گھر کے دروازے تک نہیں پہنچ سکتا)۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت مصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا کی اتباع کو لازم جانا۔

منہا۔ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ نماز میں معوذتین (قرآن پاک کی آخری دو سورتیں) نہیں پڑھنی چاہئیں۔ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک جمہور کے خلاف ہے۔ پس قطعی فرض (نماز) میں ان دو سورتوں کا قرأت کا حساب نہیں کرنا چاہیے۔ یہ فقیر بھی نہیں پڑھتا تھا۔ حتّٰی کہ ایک روز اس فقیر (حضرت مجدد رحمتہ اللہ) پر یہ ظاہر کیا گیا کہ گویا معوذتین حاضر ہیں اور مخدوم (شیخ شرف الدینؒ) سے فرض نماز میں ان سورتوں کے نہ پڑھنے کی شکایت کر رہے ہیں کہ ہمیں قرآن سے خارج کر دو۔ اس وقت سے میں ان سورتوں کے منع کرنے کی بات سے باز آ گیا۔ اور فرض (نماز) میں ان کی قرأت شروع کر دی۔ جس مرتبہ بھی میں ان دونوں کریمہ سورتوں کی فرض (نماز) میں قرأت کرتا تھا تو مجھے عجیب احوال کا مشاہدہ ہوتا تھا۔ حق بات یہ ہے کہ جب علم شریعت کی طرف رجوع کیا جائے تو ان دونوں سورتوں کی فرض میں قرأت کے منع کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ متفق علیہ کے اس قطعی حکم کہ "قرآن دو گتوں کے درمیان ہے"۔ یہ کہ اس سورۃ کو فاتحہ کے ساتھ ملانا واجبات میں سے ہے یا ظن یعنی گمان میں سے ہے۔ پس اگر ان دونوں سورتوں کی قرأت کو منع کرنا ظنی ہے۔ خواہ اس کو مشکل فرض کیا جائے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان (سورتوں) کی قرأت کو فاتحہ کے ساتھ ملانے کے طریق پر ہو۔ پس تعجب ہے شیخ

مقتدیٰ کے اس قسم کے تمام عجیب کلام پر۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر و آلہ الاطہر۔

منہا۔ صوفیہ کرام کے طریق کا نصیب اور بلندی بلکہ ملت اسلامیہ میں سے کون ایسا ہے کہ جس میں تقلید کی فطرت اور متابعت کی جبلت بہت زیادہ پائی جاتی ہو۔ اس کام کا انحصار یہاں تقلید پر ہے۔ اور اس کام کا انحصار انبیاء کرام علیہم الصوات والتسلیمات کی تقلید کی اتباع کرنے سے بلند مقامات تک پہنچا دیتا ہے اور برگزیدہ لوگوں کی متابعت عظیم عروج تک لے جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں چونکہ (تقلید کی) یہ فطرت وافر پائی جاتی تھی اسی لیے انہوں نے بلاتوقف نبوت کی تصدیق کی سعادت بہت جلد حاصل کر لی اور صدیقوں کے سردار بن گئے۔ اور ابوجہل لعین میں چونکہ تقلید اور اتباع کی استعداد بہت کم تھی اس لیے وہ اس سعادت سے محروم رہا اور لعنتیوں کا امام بن گیا۔ جس کسی مرید کو کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ اپنے پیر کی تقلید سے حاصل کرتا ہے۔ پیر کی غلطی مرید کی درستی سے بہتر ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت ابوبکرؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سہو کی طلب کا اظہار کرتے ہیں۔ کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہوتا۔ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بلال کی ''س'' بھی ''ش'' ہے۔ چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غیر عربی تھے اور اذان میں اشھد کی بجائے اسھد کہتے تھے۔ اور اللہ عزّ وجل علا کے نزدیک ان کا اسھد بھی اشھد ہے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خطا (غلطی) دوسروں کی درستگی سے بہتر ہوگی۔ ع

بر اشھدِ تو خندہ زند اسھدِ بلال

(تیرے اشھد پر بلالؓ کا اسھد مسکراتا ہے)۔ میں نے ایک عزیز سے سنا ہے فرماتے تھے کہ مشائخ سے جو بعض دعائیں منقول ہیں اور اگر اتفاق سے مشائخ نے بعض دعاؤں میں خطا کی ہے یا اس میں تحریف کی ہے۔ اگر ان (مشائخ) کی اتباع کرنے والے ان دعاؤں کو اسی تصور کے ساتھ جیسا کہ ان مشائخ نے پڑھا ہے' پڑھتے ہیں تو اس کی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور

اگر ان دعاؤں کو درست کر کے پڑھا جائے تو تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اپنے حبیب علیہ وعلی آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے انبیاء کرام کی تقلید اور اولیاء کرام کی اتباع پر ثابت قدم رکھے اور جمیع انبیاء کرام و مرسلین کرام کی اتباع کی توفیق دے۔

منھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں جیسا کہ تمام انسانوں کے بھی۔ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما الصلوات والتسلیمات والتحیات کو اگرچہ تجلی ذاتی کے مقام سے اپنی استعداد اور مرتبہ کے لحاظ سے حصہ ملا ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "میں نے تجھے اپنے نفس (ذات) کے لیے چن لیا ہے"۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اللہ سبحانہٗ کا کلمہ ہیں اور آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کافی مناسبت رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجودیکہ تجلیٔ صفات کا مقام حاصل ہے لیکن نظر کی وہ خاص شان کہ جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو تجلیٔ ذاتی میں حاصل ہوئی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تجلیٔ صفاتی کے مقام میں حاصل ہوئی ہے۔ ان دونوں کی استعداد کے فرق کے ساتھ۔ پس اس لحاظ سے وہ (حضرت ابراہیمؑ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ لسلام سے افضل ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اور ان کا رتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلند ہے۔ ان کی نظر تیز ہے اور پرکھنے والی ہے۔ ان کے بعد حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ان کا مقام اگرچہ مقام صفات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے بلند تر ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مقام میں ایک خاص شان حاصل ہے اور نظر کی تیزی جو انہیں حاصل ہے وہ دوسروں کو میسر نہیں۔ لیکن ان کی مکرم اولاد کو اتباع و فرعیت کے سبب اس مقام سے حصہ ملا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علی نبینا وعلی جمیعہم والصلوات والتسلیمات کے بعد ہیں۔ یہ (بیان وہ) ہے جس کا علم اور الہام میرے رب نے اپنے فضل اور کرم سے عطا فرمایا اور اللہ سبحانہٗ کی طرف سے آگاہی ہوئی۔

منها ۔وہ سالک کہ جس کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں الجھ گئی تو اس پر حضرت ذات باری تعالیٰ جل سلطانہٗ کے وصول کا راستہ بند ہو گیا، کیونکہ اسماء و صفات کی انتہا نہیں ہے۔ان کو طے کرنے کے بعد دُوری کے مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے۔مشائخ نے اس مقام کے بارے میں بتایا ہے کہ وصول کے مراتب کی انتہا نہیں ہے کیونکہ کہ محبوب کے کمالات کی انتہا نہیں ہے۔ اور یہاں کے وصول سے مراد اسماء و صفات کا وصل ہے۔اور (صحیح) سعادت مند وہ ہے کہ جس کی اسماء و صفات میں سیر اجمال کے طریق پر ہو اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ تیزی سے واصل ہوا ہو۔ذات باری تعالیٰ کے واصلوں کے لیے نہایت النہایت کو وصول کے بعد (مخلوق کو) دعوت دینے کے لیے رجوع لازمی ہے۔اور اس مقام سے عدم رجوع خیال کیا جاتا ہے متوسطوں کے برخلاف کہ ان کے لیے نہایت کے وصول کے بعد اپنی استعداد (کے مطابق) رجوع لازمی نہیں ہے۔ممکن ہے کہ رجوع کریں اور یہ بھی ممکن ہے کہ قیام پذیر رہیں۔پس منتہیوں کے وصول کے مراتب کو کلی طور پر خیال کرنا چاہیے۔بلکہ لازم ہے۔اور متوسطوں کے وصول کے مراتب کو جو اسماء و صفات کی تفصیل میں چلے جاتے ہیں' انتہا نہیں ہے۔یہ علم اس فقیر کے تمام مخصوص علوم میں سے ہے۔اور صحیح علم اللہ سبحانہٗ کو ہے۔

منها ۔رضا کا مقام ولایت کے تمام مقامات سے بلند ہے۔اور اس بلند رتبہ مقام کا حصول سلوک و جذبہ کے تمام مقامات طے کرنے کے بعد ہوتا ہے۔اگر یہ سوال کیا جائے کہ رضا، حق سبحانہٗ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے افعال سے واجب ہے اور ایمان کے نفس سے ماخوذ ہے تو عام مومن لوگ اس کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔اور سلوک و جذبہ کو مکمل طے کرنے کے بعد اس کے حصول کا کیا مطلب ہے؟ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ رضا کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ابتدائی احوال میں ایمان کے تمام ارکان کی مانند (اس کی) صورت ہے اور احوال کی انتہا میں حقیقت۔اور چونکہ رضا کے مخالف (کچھ) ظاہر نہیں ہوتا اس لیے ظاہرہ شریعت رضا کے اصول کا حکم دیتی ہے قلبی تصدیق کی مانند۔اور جب

(اس کا) مخالف تصدیق یافتہ نہیں ہوتا تو تصدیق کے حکم کا حکم دیتے ہیں۔ اور ہم نہ تو رضا کی حقیقت کے حصول کو چھپاتے ہیں اور نہ اس کی صورت کو۔ اور اللہ سبحانہٗ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

منہا ۔کوشش کرنی چاہیے کہ سنت کے مطابق عمل کیا جائے اور بدعت سے بچا جائے۔ بالخصوص اس بدعت سے جو سنت کو چھوڑنے والی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی ہمارے دین میں نئی بات کہے اس کو رَد کر دیا جائے۔ ایک جماعت کے احوال پر تعجب ہوتا ہے کہ دین میں اس کے مکمل اور تمام ہونے کے باوجود نئی چیزیں داخل کر دیتے ہیں۔ اور ان نئی باتوں سے دین کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں اور اس بارے ذرا خوف نہیں رکھتے کہ شاید اس اختراع سے سنت کو چھوڑا جا رہا ہے۔ مثلاً شملے کا دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے مگر اس جماعت نے شملے کو بائیں جانب لٹکانا اختیار کر لیا ہے۔ اس عمل سے موت کی مشابہت ہوتی ہے اور بے شمار لوگوں نے اس فعل میں ان کی پیروی کر رکھی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس عمل سے سنت چھوٹ جاتی ہے اور یہ عمل بدعت کی طرف لے جاتا ہے اور حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی مشابہت بہتر ہے یا موت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم اصل موت سے پہلے کی موت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اگر میت (موت) کی مشابہت تلاش کی جائے تو وہ لائق بھی اسی کے ہے۔ (یعنی جیسی مشابہت ویسا بدلہ)۔ عجیب معاملہ ہے کہ میت کے کفن میں عمامہ (رکھنا) بھی بدعت ہے اور یہ قابل اعتراض ہے۔ متاخرین میں سے بعض نے کہ جو علماء میں سے ہیں، میت کے کفن میں عمامہ (رکھنے) کو پسندیدہ (فعل) قرار دیا ہے۔ (جو کہ درست نہیں)۔ فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) کے نزدیک (کسی سنت میں) زیادتی کرنا اس کو منسوخ کرنا ہے اور منسوخ (سنت کو) عین چھوڑ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہم کو سنت سید المصطفےٰ مصدرھا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنے پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم

فرمائے۔ کہیے آمین۔

منہا۔ایک دن اس درویش پر جنوں کے احوال ظاہر کیے گئے۔(میں نے) دیکھا کہ جن آدمیوں کی طرح بازاروں میں پھر رہے ہیں اور ہر جن کے سر پر ایک مؤکل فرشتہ ہے اور وہ جن اپنے مؤکل کے خوف سے سر کو حرکت نہیں دیتا۔اور اپنے دائیں بائیں نظر بھی نہیں کرتا۔ اور قیدیوں کی طرح چل رہے ہیں اور ہرگز کوئی مخالفت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔سوائے اس کے جو میرے رب نے چاہا۔اس وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہر مؤکل کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز ہے کہ اگر جن معمولی سی بھی مخالفت کا اظہار کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کردے۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید زبردستِ ہر دست، دست آفرید

(وہ خداوند تعالیٰ کہ جس نے بالا اور پست پیدا فرمائے ہیں اس نے ہر زبردست کے اوپر ایک اور زبردست پیدا فرمایا ہے)۔

منہا۔ولی کو جو مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ جس (بلند) مرتبہ تک پہنچتا ہے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے ذریعہ سے ہے۔اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت (اختیار) نہ کی ہو تو نفس ایمان ظاہر نہیں ہوتا اور اعلیٰ درجات کا راستہ ہرگز نہیں کھلتا۔ پس اگر ولی کو فضائل جزئیہ میں سے فضل حاصل ہو جو نبی کو حاصل نہ تھا اور اعلیٰ درجات میں سے اسے خاص درجہ میسر ہو جو نبی کو تھا تو نبی کو بھی اس فضل جزئی اور اس خاص درجہ میں مکمل حصہ ملتا ہے۔کیونکہ (ولی کا) اس کمال کا حصول اس نبی کی متابعت کے واسطہ سے ہے اور (یہ کمال) اس نبی کی سنت کی اتباع کا نتیجہ ہے۔پس لازماً نبی اس کمال سے پورا بہرہ مند ہوتا ہے جیسا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''جو عمدہ سنت پر چلا اس کے لیے اجر ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کے لیے بھی اجر ہے''۔لیکن ولی اس کمال کے حصول میں پیچھے ہے اور اس درجہ کے وصول میں آگے ہے۔اور اس قسم کے فضل میں ولی کو نبی پر جائز سمجھا گیا ہے۔

کہ یہ جزو ہے اور کل سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور وہ جو صاحب فصوص (شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء علوم و معارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے۔ اس معرفت کے متعلق ہے کہ جس سے اس فقیر کو ممتاز کیا گیا ہے اور وہ سراسر شریعت کے مطابق ہے۔ اور فصوص کی شرح لکھنے والوں نے اس کی تصحیح میں تکلف کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الولایت، خاتم النبوت کے خزانے کا محافظ ہے۔ اگر بادشاہ اپنے خزانے سے کچھ لے لیتا ہے تو اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو میں نے ثابت کر دیا اور تکلف کی غرض معاملے کی حقیقت کو وصول نہ کرنا ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ تمام معاملات کی حقیقت کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اور سید البشر اور ان کی پاک اولاد پر درود و سلام ہو۔

منها ۔ ولی کی ولایت اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے اجزاء کا ایک جزو ہے۔ ولی کو جس قدر بھی اعلیٰ درجات میسر ہوں گے وہ اس کے نبی کے درجات کے اجزاء کا جزو ہی ہوگا۔ کوئی جزو، خواہ کتنی عظمت حاصل کر لے وہ کُل سے کمتر ہی ہوگا۔ کیونکہ کُل ہمیشہ جزو سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ واضح معاملہ ہے۔ وہ بڑا احمق ہے جو بڑے جزو کو کل سے زیادہ خیال کرے۔ کل اس جزو اور دیگر اجزاء کا مجموعہ ہے۔

منها ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی واجبی صفات تین قسم کی ہیں۔ پہلی قسم صفات اضافیہ ہیں۔ جیسے خالقیت اور رازقیت۔ اور دوسری قسم صفاتِ حقیقیہ ہیں لیکن اضافات کی مانند ہیں جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ اور تیسری قسم حقیقتِ صرف ہے جیسے حیات۔ بے شک اس میں اضافات شامل نہ ہے اور ہم عالم کے ساتھ تعلق کی اضافات مراد لیتے ہیں۔ اور تیسری قسم، تینوں اقسام سے اعلیٰ ہے اور تمام اقسام کی جامع ترین ہے۔ اور صفات کی امہات میں سے ہے۔ علم کی صفت جامع ہونے کے باوجود حیات کی صفت کے تابع ہے۔ اور صفات و شیونات کا دائرہ حیات پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور مطلوب کے وصول کا دروازہ بھی یہی ہے۔ اور چونکہ حیات کی صفت علم کی صفت سے بالاتر ہے تو لازماً اس مقام کا وصول علم کے مراتب

طے کرنے کے بعد ہوگا۔ وہ چاہے علم ظاہر ہو یا علم باطن، علم شریعت ہو یا علم طریقت۔ اور جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہوا ہے۔ اور ان گلیوں کے اندر نظر دوڑائی ہے تو کم سے بھی کمتر نظر آیا ہے۔ اور وہ جماعت بھی کمتر والی ہے۔ اگر اس مقام کے اسرار اشارۃً بھی کہوں تو میرے گلا کاٹ دیا جائے۔

ے و من بعد هذا ایدق صفات و ما کتمه احظے لدیه و اجمل

(اور اس کے بعد اس کی صفات بہت باریک ہیں۔ جن کا چھپانا اس کے ہاں زیادہ پسندیدہ اور خوبصورت ہے)۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور مصطفٰے علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی لازم جانا۔

منها۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہر قسم کی مثال سے پاک ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس جیسی کوئی شے نہیں ہے)۔ لیکن مثال کو جائز جانا گیا ہے اور کہاوت کو تجویز کیا گیا ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اعلیٰ مثال ہے۔) اربابِ سلوک اور اصحاب کشوف کو مثال سے تسلی دیتے ہیں اور خیال سے آرام بخشتے ہیں۔ بے چون کو چون کی مثال سے ظاہر کرتے ہیں۔ وجوب کو امکان کی صورت میں دکھاتے ہیں، سالک بیچارہ مثال کو عین مثال والا دیکھتا ہے اور صورت کو عین صورت والا۔ یہی وہ مقام ہے کہ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے احاطہ کہ صورت کو اشیاء میں دیکھتا ہے اور اس احاطہ کی مثال کو دنیا میں مشاہدہ کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ حق سبحانہٗ کے احاطہ کی حقیقت کا مشہود ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ بے چون اور بے چگون ہے اور جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس سے پاک ہے۔ اور ایک نظارہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر محیط ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ اس کا احاطہ کیا ہے؟ اور جو کچھ جانتے ہیں اس کے احاطہ کی مثال اور تشبیہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی معیت کا قیاس بھی ہے۔ کہ مشہود اور مکشوف اسی طرح کی تشبیہ اور مثال ہے، حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ان (قرب اور معیت) کی حقیقت مجہول الکیفیت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ

تعالیٰ ہمارے قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور معیت کی حقیقت کیا ہے؟ اور ممکن ہے کہ وہ کچھ ہو جو حدیث نبوی علیہ وعلی الصلوات والتسلیمات میں آیا ہے۔ یَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِكًا۔ (ہمارا رب ہنستے ہوئے ظاہر ہوا)۔ ایک مثال کی صورت کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ کمال رضا کا حصول ہنسی کی صورت کی مثال ہو سکتا ہے اور ہاتھ، منہ، قدم اور انگلی کا اطلاق بھی ہو سکتا ہے جو کہ ایک مثال کی صورت کے اعتبار سے ہو۔ جو کچھ میرے رب نے مجھے علم عطا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہٖ وسلم وبارک۔

منہا ۔ (یہاں سے آگے کا کلام شیخ محمد صدیق بدخشی کا ہے)۔ عالی حضرت (حضرت مجدد قدس اللہ سرہ) کی عبارت میں کہ جو احوال، وجد، علوم اور معارف کے بیان میں ہے، اگر کسی تضاد اور دفاع کا مفہوم نکلے تو اس کو وقت کے اختلاف اور روش کی اقسام پر خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال اور مواجید الگ ہیں اور ہر روش کے علوم و معارف جدا ہیں۔ لہذا فی الحقیقت ان میں کوئی تضاد اور دفاع نہیں ہے۔ اس کی مثال شریعت کے احکام کی مانند ہے کہ منسوخی اور تبدیلی کے بعد احکام میں تضاد نظر آتا ہے اور جب وقت اور روش کے اختلافات کو مدنظر رکھا جائے تو وہ تضاد اور دفاع ختم ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس معاملے میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہٖ وسلم وبارک۔ جس طرح کمزور بندے نے بات کہی جو ان عجیب و غریب اور نئے نکات کو جمع کرنے والا ہے۔ یعنی محمد صدیق البدخشی الکشمی الملقب بالہدایت تحقیق وہ فارغ ہوا ان عالی مرتبت کلمات شریفہ کے تحریر کرنے سے جن کا نام مبدأو معاد رکھا۔ رمضان المبارک ۱۰۱۹ھ کے مہینہ کے آخر میں اعتکاف کے دوران۔

این نسخہ کہ مبدا و معاد ست بنام

ز انفاس نفیس حضرت فخر کرام

چون کرد ہدایتؔ اقتباس از سر صدق

در سال ہزار و نوزدہ گشت تمام

ترجمہ۔ یہ نسخہ کہ جس کا نام مبدأو معاد ہے۔ حضرت فخر کرام کی عمدہ تحریر ہے۔ ہدایتؔ نے جب سچے دِل سے اس کو تحریر کرنا شروع کیا تو یہ سال ۱۰۱۹ھ میں مکمل ہوا۔

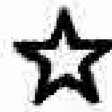
..........................☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆..........................











مبدأ و معاد

فارسی متن

از تصانیف

حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

بامداد یزدانی	بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم	و فضلِ رحمانی

اَحْمَدُ اللّٰهَ فِی الْمَبْدَاِ وَ الْمَعَادِ وَ اُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الْاَمْجَادِ اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ رِسَالَةٌ شَرِیْفَةٌ مُتَضَمِّنَةٌ لِاِشَارَاتٍ لَطِیْفَةٍ رَّائِقَةٍ وَّ اَسْرَارٍ دَقِیْقَةٍ فَائِقَةٍ لِلْاِمَامِ الْهُمَامِ حُجَّةِ اللّٰهِ عَلَی الْاَنَامِ قُدْوَةِ الْاَقْطَابِ وَالْاَوْتَادِ وَقِبْلَةِ الْاَبْدَالِ وَالْاَفْرَادِ کَاشِفِ اَسْرَارِ السَّبْعِ الْمَثَانِیْ الْمُجَدِّدِ لِلْاَلْفِ الثَّانِیْ الْاُوَیْسِیِ الرَّحْمَانِیْ الْعَارِفِ الرَّبَّانِیْ شَیْخِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ شَیْخِنَا وَاِمَامِنَا الشَّیْخِ اَحْمَدَ الْفَارُوْقِیِّ نَسَبًا وَّالْحَنَفِیِّ مَذْهَبًا وَّالنَّقْشْبَنْدِیِّ مَشْرَبًا لَازَالَ شُمُوْسُ هِدَایَتِهٖ عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی سَاطِعَةً وَّالنَّاسُ فِیْ رِیَاضِ اِفَاضَتِهٖ رَاتِعَةً وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْهِ التُّکْلَانُ **منها** چوں ایں درویش را ہوسِ این راہ پیدا شد عنایتِ خداوندی جَلَّ سُلْطَانُهٗ اورا بہ یکے از خلفائے خانوادہ حضرات خواجہا قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارُهُمْ رسانید۔ وازان جا طریقۂ این بزرگواران را اخذ کردہ ملازمِ صحبتِ آن عزیز گشت۔ بہ برکتِ توجہ آن بزرگ جذبۂ خواجہا کہ از جہت استہلاک در صفتِ قیّو میّت می خیزد اورا حاصل گشت وازطریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ نیز شربی میسر شد۔ بعد از تحقق این جذبہ کارِاو بسلوک قرار یافت و این راہ را بتربیت رُوحَانِیَةِ اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِبُ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ تا بنہایت رسانید یعنی باسمے کہ رب اوست وازان اسم بقابلیت اولٰی کہ معبّر بحقیقتِ محمدیہ است عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ بعد رِروحانیت حضرت خواجۂ نقشبند قدس اللّٰہ تعالٰی سرہٗ عروج نمود وازان جا بدستگیریِ رُوحانیت حضرت فاروق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فوقِ آن قابلیت استعلا میسر شد وازانجا تا بمقامے کہ فوقِ آن قابلیت است وآن قابلیت کالتفصیل است مرآن مقام را وآن مقام اجمالِ اوست وآن مقام مقامِ اقطاب محمدیہ است بتربیت روحانیت حضرت رسالتِ خاتمیۃ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام و التحیۃ ترقی واقع شد۔ ودر وقتِ وصول باین مقام نحوی امداد از روحانیتِ

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کہ خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند است قدس اللہ تعالیٰ اسرارھما و قطبِ ارشادست بآن درویش رسید۔ نہایتِ عروجِ اقطاب تااین مقام است ودائرۂ ظلیّت تاہمین مقام منتہی شود۔ بعدازان اصلِ خالص است۔ یاممتزج بظلّ طائفہ افراد بوصول این دولت ممتازند۔ بعضے از اقطاب رابواسطہ مصاحبتِ افراد تامقام ممتزج عروجے واقع می شود۔ ناظراصل ممتزج بظل میگردند لیکن وصول بااصلِ خالص یانظر بآن عَلٰی تَفَاوُتِ دَرَجَاتِهِمْ خاصہ افرادست۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ و این درویش راخلعتِ قطبیتِ ارشاد بعدازوصول بآن مقام کہ مقام اقطابست ازان سرورِ دین ودنیاعَلَيْهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَالتَّحِيَاتُ النَّامِيَاتُ عنایت شدوباین منصب سرافراز ساختند۔ بعدازان بازعنایتِ خداوندی جل شانہ وعم احسانہ شامل حال اوگشت وازان جامتوجہ فوق ساخت۔ یک دفعہ تااصل ممتزج بُردوفنائے وبقائے درآنجا میسرشد۔ چنانکہ درمقامتِ سابقہ وازانجا بمقامتِ اصل ترقی ارزانی فرمودہ باصل الاصل رسانید۔ درین عروج اخیرکہ عروج درمقاماتِ اصل ست مددازروحانیت حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر بودقَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى سِرَّهُ الْاَقْدَسَ وبقوتِ تصرف ازان مقامات گزرانیدہ باصل الاصل واصل گردانیدندوازانجا بعالم بازگردانیدند۔ چنانکہ ازہر مقامے بازمیگردانیدندواین درویش رامایۂ نسبتِ فردیّہ کہ عروجِ آخیرمخصوص بآنست ازپدرِ بزرگوارِخودحاصل شدہ بودوپدرِ بزرگوارِاُورا ازعزیزے کہ جذبۂ قوی داشتند وبخوارق مشہور بودند بدست آمدہ لیکن آن درویش بواسطۂ ضعفِ بصیرتِ خویش وقلتِ ظہور آن نسبت آن نسبت راپیش ازقطع منازل سلوک درخودنمی یافت واصلاً آن رامعلوم خودنداشت۔ ونیزاین درویش راتوفیقِ عباداتِ نافلہ خصوصاً ادائے صلوٰۃ نافلہ مددے ازپدرِویست وپدرِ بزرگوارِاو رااین سعادت ازشیخ خودکہ درسلسلۂ چشتیہ بودہ اندحاصل شدہ بود۔ وایضاً این درویش راعلومِ لدنی ازروحانیتِ حضرت خضر عَلٰی نَبِيِّنَاوَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حاصل

شد۔ لیکن تا زمانے کہ از مقامِ اقطاب نگزشتہ بود لمّا بعد از عبورِ آن مقام وحصول ترقیات در مقاماتِ عالیہ اخذِ علوم از حقیقتِ خودست و در خود بخود از خود مے یابد، غیرے را مجال نماندہ است تا درمیان درآید و ایضاً آن درویش را در وقتِ نزول کہ عبارت از سیر عن اللہ باللہ است بمقاماتِ مشائخ سلاسلِ دیگر ہم عبورے واقع شد واز ہر مقام نصیبے وافر فرا گرفت و مشائخ آن مقام ممد و معاونِ کارِ او شدند واز خلاصہائے نسبتِ خویش نصیبے ارزانی داشتند۔ اوّل بمقامِ اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم عبورے واقع شد واز آن مقام حظے وافر نصیبِ او گشت واز ان مشائخ عظام روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بیش از دیگران امداد فرمود والحق ایشان در آن مقام شانِ عظیم دارند و رئیسِ آن مقام اند۔ بعد ازان بمقامِ اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم گزرے واقع شد۔ این ہر دو مقام باعتبارِ عروج برابر اند لیکن این مقام در وقتِ نزول از فوق در جانبِ یمین آن شاہراہ است و مقامِ اول بجانبِ یسار آن صراط مستقیم و این شاہراہ راہے است کہ بعضے ا اکابر اقطابِ ارشاد ازان راہ بمقامِ فردیّت می روند و نہایت النہایہ میرسند۔ افرادِ تنہا را راہِ دیگر است بے قطبیت ازین راہ نمے توان گزشت۔ این مقام درمیانِ مقامِ صفات و این شاہراہ واقع شدہ است کانہ برزخست میانِ این دو مقام از ہر دو جہت بہرہ ورست و مقام اول در جانب دیگر ازان شاہراہ واقع شدہ است کہ بصفات مناسبت کم دارد۔ بعد ازان بمقامِ اکابر سہروردیہ کہ از شیخ شہاب الدین این طرف اند قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم عبور واقع شد۔ آن مقام متحلّی بنورِ اتباع سنّت است علی مصدرھا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ ومتزین است بنورانیت مشاہدۂ فوق الفوق و توفیقِ عبادات رفیقِ آنمقام است۔ بعضے از سالکان نا رسیدہ کہ بعباداتِ نافلہ مشغول اند و بآن آرام دارند۔ نصیبے ازان مقام بواسطۂ مناسبت بآن مقام یافتہ اند بالاصالتہ عباداتِ نافلہ مناسب آن مقام است۔ دیگران را از مبتدیان و منتہیان بواسطۂ مناسبت بآن مقام ست و آن مقام بس شگرف است۔ آن نورانیت کہ درین مقام مشہود می

شود در مقاماتِ دیگر کم است ۔ و مشائخ این مقام بواسطۂ کمالِ اتباع عظیم الشان و رفیع القدر اند۔ در ابنائے جنس خود امتیازِ تمام دارند آنچہ ایشان را درین مقام میسر شدہ است در مقاماتِ دیگر اگرچہ باعتبار عروج فوق اند میسر نیست بعد ازان بمقامِ جذبہ فرود آوردند۔ و این مقام جامع مقاماتِ جذبات بے اندازہ است ازان جا نیز فرود آوردند۔ نہایتِ مراتب نزول تا مقام قلب است کہ حقیقتِ جامعہ است وارشاد و تکمیل بفرود آوردن باین مقام تعلق دارد۔ درین مقام فرود آوردند پیش ازان کہ درین مقام تمکینے پیدا شود باز عروجے واقع شد۔ این زمان اصل را نیز در رنگِ ظل واگزاشت ازین عروج کہ در مقاماتِ قلب واقع شد بتمکین پیوست والسلام۔ **منہا** قطبِ ارشاد کہ جامع کمالاتِ فردیّت نیز باشد بسیار عزیز الوجود است و بعد از قرونِ بسیار و ازمنۂ بیشمار این قسم گوہرے بظہور می آید و عالم ظلمانی از نورِ ظہورِ او نورانی میگردد و نورِ ارشاد و ہدایت او شاملِ تمام عالم است از محیطِ عرش تا مرکزِ فرش ہر کسے را کہ رُشد و ہدایت و ایمان و معرفت حاصل می شود از راہِ او می آید و از و مستفاد می گردد و بیوسط او ہیچکس باین دولت نمے رسد۔ مثلاً نورِ ہدایتِ او در رنگِ دریائے محیط تمام عالم را فرا گرفتہ است و آن دریا منجمد است کہ اصلاً حرکتہ ندارد۔ شخصے کہ متوجہ آن بزرگ است و باو اخلاص دارد یا آنکہ آن بزرگ متوجہ حالِ طالب شدہ در وقتِ توجہ گویا روزنے در دل طالب کشادہ می شود و ازان راہ بقدرِ توجہ و اخلاص ازان دریا سیراب می گردد و ہم چنین شخصے کہ متوجہ ذِکرِ الٰہی است جلّ شانہٗ و بآن عزیز اصلاً متوجہ نیست نہ از انکار بلکہ او را نمی شناسد ہمین قسم افادہ آنجا ہم حاصل میشود لیکن در صورتِ اولے بیشتر از صورتِ ثانیہ است۔ اما شخصے کہ منکرِ آن بزرگست یا آن بزرگ ازو در بارست ہر چند بذکرِ الٰہی تعالیٰ و تقدس مشغول است اما از حقیقتِ رشد و ہدایت محروم است ہمان انکارِ او سدِّ راہِ فیض او می گردد۔ بے آنکہ آن عزیز متوجہ عدمِ افادہ او شود و قصدِ ضرر او نماید۔ حقیقتِ ہدایت از وے مفقود ست صورتِ رشد ست صورتِ بے معنی قلیل النفع است و جماعہ کہ اخلاص و محبت بآن عزیز دارند ہر چند از توجہِ مذکور و ذِکرِ الٰہی

تَعَالٰی شَانُہٗ خالی باشند نیز ایشان را بواسطۂ مجرد محبت نورِ رشد و ہدایت میرسد۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ **منھا** درے کہ اوّل باین درویش کشادند ذوقِ یافت بود نہ یافت و ثانیاً یافت میسر شد و ذوقِ یافت مفقود گشت و ثالثاً یافت نیز در رنگِ ذوقِ یافت مفقود شد۔ فَالْحَالَةُ الثَّانِیَةُ حَالَةُ الْكَمَالِ وَالْوُصُوْلِ اِلٰی دَرَجَةِ الْوِلَایَةِ الْخَاصَّةِ وَالْمَقَامُ الثَّالِثُ مَقَامُ التَّكْمِیْلِ وَالرُّجُوْعِ اِلَی الْخَلْقِ لِلدَّعْوَةِ وَالْحَالَةُ السَّابِقَةُ كَمَالٌ فِیْ جِهَةِ الْجَذْبَةِ فَقَطْ فَاِذَا انْضَمَّ اِلَیْهَا السُّلُوْكُ وَتَمَّ حَصَلَتِ الْحَالَةُ الثَّانِیَةُ ثُمَّ الثَّالِثَةُ وَلَیْسَ لِلْمَجْذُوْبِ الْمُجَرَّدِ عَنِ السُّلُوْكِ مِنَ الْحَالَةِ الثَّانِیَةِ وَالثَّالِثَةِ نَصِیْبٌ اَصْلاً فَالْكَامِلُ الْمُكَمِّلُ هُوَ الْمَجْذُوْبُ السَّالِكُ ثُمَّ السَّالِكُ الْمَجْذُوْبُ وَمَا سِوَاهُمَا فَلَیْسَ بِكَامِلٍ وَلَا مُكَمِّلٍ اَصْلاً فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَشَرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الْاَطْهَرِ۔ **منھا** این درویش در اواخر ماہ ربیع الآخر بخدمت کہ عزیزے کہ از خلفائے این خانوادہ بزرگ بودند مشرف گشت و طریقہ این بزرگواران را اخذ نمودہ در منتصف شہر رجب ہمان سال بحضور نقشبندیہ کہ دران موطن اندراج نہایہ در بدایۃ است مستعد گشت۔ و آن عزیز فرمود کہ نسبتِ نقشبندیہ عبارت ازین حضور است و بعد از دہ سال کامل و چند ماہ در نصفِ اوّل ماہ ذی القعدہ آن نہایتے کہ در بدایۃ از پس چندین پردہائے بدایات و اوساط جلوہ گر شدہ بود خرق روپوش نمودہ متجلی گشت و بیقین پیوست کہ در بدایۃ صورتے بود ازین اسم و شجے بود ازین پیکر و اسمے بود ازین مسمّٰے شَتَّانَ مَا بَیْنَهُمَا حقیقتِ کار اینجا منکشف شد و سرّ معاملہ اینجا آشکار گشت۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا الْاَنَامِ وَاٰلِهِ الْكِرَامِ وَ اَصْحَابِهِ الْعِظَامِ **منھا** وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ این درویش روزے در حلقۂ یاران خود نشستہ بود و نظر بر خرابیہائے خود داشت و این نظر غالب آمدہ بود بحدّ یکہ خود را بے مناسبت تام باین وضع می یافت۔ درین اثنا بحکم مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ این دُور افتادہ

را از خاکِ مذلت برداشتند واین ندا در سرّ او در دادند کہ غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وبتکرار باین معنی نواختند بحدّ یکہ گنجائشِ ریب نماند وَالْحَمْدُلِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ وَ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ کَمَا یَحْرٰی بعدازان بافشائے این واقعہ مامور ساختند۔
اگر پادشہ بردر پیرزن بیاید تو اے خواجہ سَبلت مکَن اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ **منھا** سیر الی اللہ عبارت از سیر تا اسمیست از اسمائے الٰہی جل شانہ کہ مبداءِ تعین سالکست وسیر فی اللہ عبارت از سیر دران اسم است۔ اِلٰی عَنْ یَنْتَھِیَ اِلٰی حَضْرَۃِ الذَّاتِ الْاَحَدِیَّۃِ الْمُجَرَّدَۃِ عَنِ اعْتِبَارِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّیُوْنِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ واین تفسیر بر تقدیرے راست آید کہ مراد از اسم مبارک اللہ مرتبہ وجوب داشتہ شود کہ متجمع اسماء وصفات است۔ اما اگر مراد ازین اسم مبارک ذات بحت بودہ باشد پس سیر فی اللہ بمعنی مذکور داخل سیر الی اللہ باشد وسیر فی اللہ اصلا برین تقدیر متحقق نشود چہ سیر در نقطہ نہایۃ النہایۃ متصور نیست۔ و بعد از رسیدن بآن نقطہ بے توقف رجوع بعالم است کہ معبّر بسیر عن اللہ باللہ است۔ این معرفت است کہ مخصوص بواصلانِ نہایۃ النہایۃ ست غیر این درویش از اولیاء اللہ ہیچکس باین معرفت تکلم نہ کردہ است۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔
منھا در سیر کمالاتِ ولایت اقدام متفاوت اند جمعے باشند کہ استعدادِ حصولِ یک درجہ از درجاتِ ولایت دارند وبعضے دیگر استعدادِ دو درجہ دارند و طائفہ را استعدادِ سہ درجہ است و گروہے را قابلیّتِ چہار درجہ واحادے باشند کہ مستعدِ پنج درجہ باشند وَ ھُمُ الْاَقَلُّوْنَ حصولِ درجہ اُولیٰ ازین درجاتِ پنجگانہ وابستہ تجلیٔ افعال است و درجہ ثانی منوط تجلیٔ صفات و درجات ثلاثہ اخیرہ مربوط بتجلیات ذاتیہ عَلٰی تَفَاوُتِ دَرَجَاتِھَا اکثرے از یاران این

درویش مناسبت بدرجۂ ثلاثہ دارند از درجاتِ مذکورہ وقلیلان مناسبت بدرجۂ رابعہ واقلان مناسبت بدرجۂ خامسہ کہ نہایتِ درجاتِ ولایت است۔ وکمالیکہ نزدِ این درویش معتبر است ماورائے این درجات است بعد از زمانِ اصحابِ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین این کمال ظہور نیافتہ است کہ فوقِ کمال جذبہ وسلوک است۔ فردا ان شآء اللّٰہ تعالیٰ این کمال در حضرت مہدی ظہور خواہد یافت وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ

منہا واصلانِ نہایۃ النہایۃ را در وقتِ رجوع قہقری نزول اسفل غایات ست ومصداقِ وصولِ نہایۃ النہایۃ ہمین نزول غایۃ الغایۃ ست وچون نزول باین خصوصیت واقع میشود صاحب رجوع بکلیۃ خود متوجہ عالم اسباب میگردد نہ آنکہ بعضِ او متوجہ جنابِ حق ست سبحانہٗ و بعض دیگر متوجہ خلق کہ این علامتِ عدم وصول ست. نہایۃ النہایۃ وعدم نزول است بغایۃ الغایۃ غَایَۃُ مَا فِی الْبَاب در وقت ادائے نماز کہ معراج مومن است لطائفِ صاحب رجوع را توجہ خاص بجنابِ قدس جل سلطانہٗ می افتد وتا ادائے نماز می ایستد بعد از فراغ نماز باز بکلیۃ متوجہ خلق میگردد۔ لیکن در وقتِ ادائے فرائض وسنن لطائفِ ستہ متوجہ جنابِ قدس میگردند ودر وقتِ ادائے نوافل اَلطف این لطائف متوجہ اند فقط۔ حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ تواند بود کہ اشارت باین وقتِ خاص باشد کہ مخصوص بنماز ست وقرینہ تعیین این اشارت حدیثِ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ تواند بود وعلاوہ این قرینہ کشفِ صحیح است والہامِ صریح۔ این معرفت از معارفِ مخصوصہ این درویش است۔ مشائخ این کمال را در جمع بین التوجہین دانستہ اند۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔ **منہا** مشائخ فرمودہ اند کہ مشاہدۂ اہل اللّٰہ بعد از وصول بمرتبۂ ولایت در انفس است مشاہدۂ آفاقی کہ در سیر الی اللّٰہ در اثنائے راہ میسر شدہ بود معتبر نیست وآنچہ برین درویش منکشف گردانیدہ اند آنست کہ مشاہدہ در انفس نیز در رنگِ مشاہدہ در آفاق معتبر نیست۔ آن مشاہدہ نہ مشاہدۂ

حقیقتِ حق است سبحانہٗ او تعالیٰ بیچون و بیچگونہ است در آئینہ چگون گنجائش ندارد چہ آئینہ آفاق و چہ آئینہ انفس ۔ او سبحانہٗ نہ داخل عالم است نہ خارج نہ متصل است بعالم و نہ منفصل از عالم شہود و رویۃ او تعالیٰ نیز نہ در عالم است و نہ در خارج عالم نہ اتصال بعالم دارد و نہ انفصال از عالم ۔ لہٰذا رویۃ اُخروی را بلا کیف گفتہ اند ۔ از حیطۂ عقل و وہم خارج است در دنیا این سِرّ را بر خواص الخواص منکشف گردانیدہ اند ۔ ہر چند رویۃ نیست کالرویت است این دولتِ عظمٰی است کہ بعد از زمانِ اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کم کسے باین دولت مستسعد گشتہ است ہر چند این سخن امروز مستبعد مینماید و مقبولِ اکثرے نمیگردد لیکن اظہارِ نعمتِ عظمٰی مینماید ۔ کوتاہ اندیشان قبول کنند یا نہ و این نسبت باین خصوصی فردا در حضرت مہدی ظہور خواہد یافت ان شآء اللہ تعالیٰ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَ الْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰے صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ تَسْلِیْمَاتُہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ **منہا** چون طالبے پیش شیخے بیاید کہ شیخ او را اوّل استخارہ فرماید از سہ استخارہ تا ہفت استخارہ تکرار نماید ۔ بعد از استخارہا اگر تذبذبے در طالب پیدا نشد شروع در کارِ او نماید اوّل او را طریق توبہ تعلیم دہد و دو رکعت نمازِ توبہ گزاردن فرماید کہ بے حصولِ توبہ درین راہ قدم زدن سُودمند نیست ۔ اما باید کہ در حصولِ توبہ بقدرِ اجمال اکتفا نماید و تفصیل آنرا بمرورِ ایام حوالہ کند کہ ہمم درین اَوان بسیار قاصر اند ۔ اگر اول تکلیفِ تحصیلِ توبہ کردہ شود ناچار حصولِ آن مدتے طلبد شاید درین وقت مدت فتورے در طلب او رَوَد واز مطلب باز ماند بلکہ توبہ را ہم سرانجام ندہد ۔ بعد ازان طریقے کہ مناسب استعدادِ طالب است تعلیم نماید و ذکرے کہ ملایم قابلیت اوست تلقین فرماید و توجہے بکارِ او در کار دارد والتفاتے بحالِ او مرعی نماید ۔ آداب و شرائط راہ را باو بیان سازد و در متابعتِ کتاب و سُنت و آثار سلفِ صالحین ترغیب فرماید و وصولِ مطلوب را بے این متابعت مُحال داناند و اِعلام نماید کہ کشوف و وقائع کہ سرِ مُوئے مخالفت بکتاب و سنت داشتہ باشد اعتبار نکند بلکہ مستغفر باشد و بہ تصحیح عقائد بمقتضائے آرائے

فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت و جماعۃ نصیحت نماید و بتعلیم احکامِ فقہیہ ضروریہ وعمل بموجب آن علم تاکید فرماید کہ طیران درین راہ بے این دو جناح اعتقادے و عملے میسر نیست و تاکید نماید کہ در تتمۂ محرم و مشتبہ احتیاط را نیک مرعی دارد و ہرچہ یابد نخورد و از ہر جا کہ یابد تناول نماید تا فتوئ شریعت غرا درین باب درست نکند۔ بالجملہ در جمیع امور کریمۂ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا را نصب عین خود سازد۔ حالِ طالبان از دو امر خالی نیست یا از اہل کشف و معرفت اند یا از اربابِ جہل و حیرت۔ اما بعد از طے منازل و رفعِ حجب ہر دو طائفہ واصل اند۔ در نفسِ وصول مزیتے نیست یکے را بر دیگرے چنانکہ دو شخص بعد از طے منازلِ بعیدہ بکعبہ میرسند۔ یکے منازلِ راہ را تماشا کردہ رفت و بتفصیل ہر کدام از منازل را بقدرِ استعدادِ خود دانستہ رسید و دیگرے از منازلِ راہ چشم دوختہ رفت و بتفصیل اطلاع نیافتہ بکعبہ رسیدہ۔ ہر دو شخص در نفسِ وصولِ بکعبہ مساوی اند ہیچکدام را زیادتی نیست درین وصول بر دیگرے اگرچہ در معرفتِ منازلِ راہ متفاوت افتادہ اند و بعد از رسیدن بمطلوب ہر دو را جہل لازم است۔ لِاَنَّ الْمَعْرِفَۃَ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی جَھْلٌ وَعَجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَۃِ ۔ باید دانست کہ قطع منازل سلوک عبارت از طے مقاماتِ عشرہ است و طے مقاماتِ عشرہ منوط باین تجلیاتِ ثلاثہ است تجلیٔ افعال و تجلیٔ صفات و تجلیٔ ذات۔ و ازین مقامات غیر از مقامِ رضا ہمہ وابستۂ بتجلیٔ افعال و تجلیٔ صفات اند و مقامِ رضا منوط بتجلیٔ ذات ست تعالیٰ و تقدس و بمحبتِ ذاتیہ کہ مستلزم مساوات ایلامِ محبوب ست بانعام او نسبت بمحب پس لاجرم رضا متحقق شود و کراہت برخیزد و ہم چنین بلوغ این جمیع مقامات بحدِ کمال در وقتِ وصول تجلی ذاتیست کہ فنایت اَتم وابستۂ بآن است اما حصول نفس مقامات تسعہ در تجلیٔ افعال و تجلیٔ صفاتست مثلاً ہر گاہ قدرتِ او را سبحانہٗ بر خود و بر جمیع اشیا مشاہدہ نماید بے اختیار بتوبہ و انابت رجوع کند و خائف و ترسان باشد و ورع شیوۂ خود سازد و بر تقدیراتِ او صبر پیش گیرد و بے طاقتی بگوارد و چون مولائے نعم او را داند و اعطا و منع از و شناسد سبحانہٗ ناچار در مقامِ شکر آید و در

توکل قدمِ راسخ نہد و چون عطوفت و مہربانی متجلی شود در مقامِ رجا در آید و چون عظمت و کبریائی او مشاہدہ نماید و دنیائے دَنی در نظرِ او خوار و بے اعتبار در آید ناچار بے رغبتی در دنیا پیدا شود و فقر اختیار کند و زُہد وَیدَنِ خود گیرد اما باید دانست کہ حصول این مقامات بتفصیل و ترتیب مخصوص بسالکِ مجذوب است و مجذوب سالک را طے این مقامات بر سبیل اجمالست چہ او را عنایت اَزلی گرفتارِ محبتے ساختہ است کہ بتفصیل آنہا نمی تواند پرداخت در ضمنِ آن محبت زبدۂ این مقامات و خلاصۂ این منازل بروجہ اَتَم او را حاصل است کہ صاحبِ تفصیل را میسر نشدہ است۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ **منھا**۔ طالب را باید کہ اہتمام در نفی آلہۂ باطلہ آفاقی و اَنفُسی نماید و در جانبِ اثباتِ معبودِ بحق ہر چہ در حوصلۂ فہم و وہم او در آید آنرا نیز در تحتِ نفی داخل سازد و باکتفا بموجودیت آن نماید اگر چہ وجود را ہم دران موطن گنجائش نیست ماورائے وجود باید طلبید۔ علمائے اہل سنت زیبا گفتہ اند کہ وجودِ واجب تعالیٰ زائدست بر ذاتِ او سبحانہٗ وجود را عینِ ذات گفتن و ورائے وجود امر دیگرا ثبات نکردن از قصورِ نظر است۔ قَالَ شَیۡخ عَلاؤُ الدَّوۡلَۃِ فَوۡقَ عَالَمِ الۡوَجُوۡدِ عَالَمُ الۡمَلِکِ الۡوَدُوۡدِ این درویش را چون از عالم وجود بالا گزرانید ند تا چندگاہ کہ مغلوبِ حال بود خود را از روئے علم تقلیدی از اہل اسلام می شمرد۔ بالجملہ ہر چہ در حوصلۂ ممکن در آید بطریقِ اولیٰ ممکن شاید۔ فَسُبۡحَانَ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلۡ لِلۡخَلۡقِ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا اِلَّا بِالۡعَجۡزِ عَنۡ مَعۡرِفَتِہٖ گمان نکنند کہ از ین فنا فی اللہ و بقا باللہ ممکن واجب گردد چہ آن محال است و مستلزم قلبِ حقائق پس چون ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراکِ واجب تعالیٰ نصیب ممکن نباشد۔ ؎ عنقا شکارِ کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را ۔ بلند ہمتی ہمین طور مطلب را میخواہد کہ ہیچ از و بدست نیاید و ہیچ نام و نشان از و پیدا نشود۔ جمعے ہستند کہ مطلبے میخواہند کہ آنرا عینِ خود یابند و قرب و معیت باو پیدا سازند ع آن ایشانند من چنینم یارب۔ والسلام۔ **منھا** حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ اند کہ آئینۂ ہر یک از مشائخ را دو جہت

است و آئینۂ مراتش نسبت مانا کہ این کلمۂ قدسیہ را تا این زمان ہیچ یکے از خلفائے این خانوادہ بزرگ بیان نکردہ است بلکہ باشارہ و رمز ہم دران باب سخن نراندہ این حقیر قلیل البضاعۃ را چہ رسد کہ در شرح آن اقدام نماید و در کشف آن زبان کشاید اما چون حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بمحض فضل خویش سرّ این معما را برین حقیر بکشود و حقیقتِ آن کما ینبغی وانمود بخاطر ریخت کہ این درِ مکنون را بہ نانِ بیان در سلکِ تحریر کشد و بزبانِ ترجمان در حیز تقریر آرد بعد از ادائے استخارہ شروعے دران باب نمودہ آمد۔ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ ۔باید دانست کہ مراد از آئینہ قلبِ عارف است کہ برزخست بین الروح والنفس واز دو جہت جہۃِ روح وجہۃِ نفس مراد داشتہ اند۔پس مشائخ را در وقتِ وصول بمقام قلب ہر دو جہت آن منکشف می گردد وعلوم و معارفِ آن دو مقام کہ مناسبِ قلب است فائض می شود بخلاف طریقے کہ حضرت خواجہ بآن ممتاز اند ونہایت دران موطن در بدایۃ مندرج است آئینۂ قلب را دران طریق شش جہت پیدا می شود بیانش آنست کہ برا کابر این طریقۂ علیہ منکشف گردانیدہ اند کہ ہر چہ در کلیۃِ افرادِ انسانی ثابت است از لطائف ستہ در قلب تنہا نیز متحقق است۔از نفس وقلب وروح وسرّ وخفی واخفیٰ کہ از شش جہت این شش لطیفہ مراد داشتہ اند۔پس سیر سائر مشائخ بر ظاہر قلب است وسیر این بزرگواران در باطن قلب و باین سیر بابطنِ بطون آن میرسند وعلوم و معارفِ این شش لطیفہ در مقام قلب منکشف می گردند۔اما علومیکہ مناسبِ مقام قلب اند این ست بیان کلمۂ قدسیہ حضرت خواجہ قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ این حقیر را درین مقام ببرکتِ این بزرگواران مزید بر مزید است وتدقیق بعد تدقیق وبحکم کریمۂ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ رمزے ازان مزید واشارتے ازان تدقیق می نماید۔وَمِنْہُ سُبْحَانَہٗ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ ۔بدانکہ قلب قلب نیز متضمن لطائف است بر قیاسِ قلب لیکن در قلبِ قلب بواسطۂ تنگیِ دائرہ یا سرّ دیگر دو لطیفہ از لطائفِ ستہ مذکورہ بطریق جزئیہ ظاہر نمی شوند لطیفۂ نفس ولطیفۂ اخفیٰ وَکَذَا الْحَالُ فِی الْقَلْبِ الَّذِیْ

فِی الْمَرْتَبَةِ الثَّالِثَةِ اِلَّا اَنَّهٗ لَا یَظْهَرُ فِیْهِ الْخَفِیُّ اَیْضًا وَ كَذَا الْحَالُ فِی الْقَلْبِ الَّذِیْ فِی الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ اِلَّا اَنَّهٗ لَا یَظْهَرُ فِیْهِ السِّرُّ اَیْضًا مَعَ ظُهُوْرِ الْقَلْبِ وَ الرُّوْحِ فِیْهِ وَ فِی الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ لَا یَظْهَرُ الرُّوْحُ فِیْهِ اَیْضًا فَمَا بَقِیَ اِلَّا قَلْبٌ مَحْضٌ وَ بَسِیْطٌ صِرْفٌ لَا اِعْتِبَارَ فِیْهِ بِشَیْءٍ اَصْلًا وَ مِمَّا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّعْلَمَ هٰهُنَا مِنْ بَعْضِ الْمَعَارِفِ الْعَالِیَةِ لِیُتَوَسَّلَ بِهٖ اِلٰی مَا هُوَ نِهَایَةُ النِّهَایَةِ وَ غَایَةُ الْغَایَةِ فَاَقُوْلُ بِتَوْفِیْقِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِنَّ جَمِیْعَ مَا ظَهَرَ فِی الْعَالَمِ الْكَبِیْرِ تَفْصِیْلًا فَهُوَ ظَاهِرٌ فِی الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ اِجْمَالًا وَ نَعْنِیْ بِالْعَالَمِ الصَّغِیْرِ الْاِنْسَانَ فَاِذَا صَقَلَ الْعَالَمُ الصَّغِیْرُ وَ نُوِّرَ ظَهَرَ فِیْهِ بِطَرِیْقِ الْمِرْاٰتِیَّةِ جَمِیْعُ مَا فِی الْعَالَمِ الْكَبِیْرِ تَفْصِیْلًا لِاَنَّهٗ بِالصِّقَالَةِ وَ التَّنْوِیْرِ قَدِ اتَّسَعَ وِعَاؤُهٗ فَزَالَ حُكْمُ صِغَرِهٖ وَ كَذَا الْحَالُ فِی الْقَلْبِ الَّذِیْ نِسْبَتُهٗ مَعَ الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ كَنِسْبَةِ الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ مَعَ الْعَالَمِ الْكَبِیْرِ مِنَ الْاِجْمَالِ وَ التَّفْصِیْلِ فَاِذَا صَقَلَ الْعَالَمُ الْاَصْغَرُ الَّذِیْ هُوَ الْعَالَمُ الْقَلْبِ وَ ذَهَبَ الظُّلْمَةُ الطَّارِیَةُ عَلَیْهِ ظَهَرَ فِیْهِ بِطَرِیْقِ الْمِرْاٰتِیَّةِ اَیْضًا مَا فِی الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ تَفْصِیْلًا وَ هٰكَذَا الْحَالُ فِیْ قَلْبِ الْقَلْبِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْقَلْبِ مِنَ الْاِجْمَالِ وَ التَّفْصِیْلِ وَ ظُهُوْرِ التَّفْصِیْلِ فِیْهِ بَعْدَ اَنْ كَانَ مُجْمَلًا بِسَبَبِ التَّصْفِیَةِ وَ النُّوْرَانِیَّةِ وَ عَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ الْقَلْبُ الَّذِیْ فِی الْمَرْتَبَةِ الثَّالِثَةِ وَ الْقَلْبُ الَّذِیْ فِی الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ فِی الْاِجْمَالِ وَ التَّفْصِیْلِ وَ ظُهُوْرِ التَّفْصِیْلِ الَّذِیْ فِی الْمَرَاتِبِ السَّابِقَةِ فِیْهِمَا بِسَبَبِ الصِّقَالَةِ وَ النُّوْرَانِیَّةِ وَ كَذَا الْقَلْبُ الَّذِیْ فِی الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ فَاِنَّهٗ مَعَ بَسَاطَتِهٖ وَ عَدَمِ اِعْتِبَارِ شَیْءٍ فِیْهِ یَظْهَرُ فِیْهِ بَعْدَ التَّصْفِیَةِ الْكَامِلَةِ مَا ظَهَرَ فِیْ جَمِیْعِ الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِیْرِ وَ الصَّغِیْرِ وَ الْاَصْغَرِ وَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْعَوَالِمِ كَمَا مَرَّ فَهُوَ الضَّیِّقُ الْاَوْسَعُ وَ الْبَسِیْطُ الْاَبْسَطُ وَ الْاَقَلُّ الْاَكْثَرُ وَ مَا خُلِقَ شَیْءٌ مِّنَ الْاَشْیَاءِ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَ مَا وُجِدَ اَحَدٌ اَشَدُّ مُنَاسَبَةً بِصَانِعِهٖ تَعَالٰی وَ تَقَدَّسَ مِنْ

هٰذِهِ اللَّطِيفَةِ الْبَدِيعَةِ فَلا جَرَمَ يَظْهَرُ فِيهِ مِنْ عَجَائِبِ آيَاتِ صَانِعِهِ سُبْحَانَهُ مَالَا يَظْهَرُ فِي اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ وَلِذَا قَالَ تَعَالٰى فِي الْحَدِيثِ لَا يَسَعُنِي اَرْضِي وَالْاَسْمَائِي وَلٰكِنْ يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ وَالْعَالَمُ الْكَبِيرُ وَاِنْ كَانَ اَوْسَعَ الْمَرَايَا لِلظُّهُورِ اِلَّا اَنَّهُ لِكَثْرَتِهِ وَتَفْصِيلِهِ لَا مُنَاسِبَةَ لَهُ مَعَ مَنْ لَا كَثْرَةَ فِيهِ اَصْلًا وَلَا تَفْصِيلَ فِيهِ رَاسًا وَالْحَرِيُّ لِلْمُنَاسَبَةِ هُوَ الضَّيِّقُ الْاَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْاَبْسَطُ وَالْاَقَلُّ الْاَكْثَرُ كَمَا لَا يَخْفٰى فَاِذَا بَلَغَ الْعَارِفُ الْاَتَمُّ مَعْرِفَةً وَالْاَكْمَلُ شُهُودًا هٰذَا الْمَقَامَ الْعَزِيزَ وُجُودُهُ وَالشَّرِيفَ رُتْبَةً يَصِيرُ ذٰلِكَ الْعَارِفُ قَلْبًا لِلْعَوَالِمِ كُلِّهَا وَالظُّهُورَاتِ جَمِيعِهَا وَهُوَ الْمُتَحَقِّقُ بِالْوِلَايَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْمُشَرَّفُ بِالدَّعْوَاتِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ فَالْاَقْطَابُ وَالْاَوْتَادُ وَالْاَبْدَالُ دَاخِلُونَ تَحْتَ دَائِرَةِ وِلَايَتِهِ وَالْاَفْرَادِ وَالْآحَادُ وَسَائِرِ فِرَقِ الْاَوْلِيَاءِ مُنْدَرِجُونَ تَحْتَ اَنْوَارِ هِدَايَتِهِ لِمَاهُوَ النَّائِبُ مَنَابَ رَسُولِ اللّٰهِ وَالْمَهْدِيُّ يَهْدِي حَبِيبَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ النِّسْبَةُ الشَّرِيفَةُ الْعَزِيزِ وُجُودُهَا مَخْصُوصَةٌ بِاَحَدِ الْمُرَادِينَ وَلَيْسَ لِلْمُرِيدِينَ مِنْ هٰذَا الْكَمَالِ نَصِيبٌ هٰذَا هُوَ النِّهَايَةُ الْعُظْمٰى وَالْغَايَةُ الْقُصْوٰى لَيْسَ فَوْقَهُ كَمَالٌ وَالْاَكْرَمُ مِنْهُ نَوَالٌ لَوْ وُجِدَ بَعْدَ اُلُوفِ سَنَةٍ مِثْلُ هٰذَا الْعَارِفِ لَاغْتُنِمَ وَيَسْرِي بَرَكَتُهُ اِلٰى مُدَّةٍ مَدِيدَةٍ وَآجَالٍ مُتَبَاعِدَةٍ وَهُوَ الَّذِي كَلَامُهُ دَوَاءٌ وَنَظَرُهُ شِفَآءٌ وَحَضْرَتُ الْمَهْدِيُّ سَيُوجَدُ عَلٰى هٰذَا لِنِسْبَةِ الشَّرِيفَةِ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْخَيْرَةِ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَحُصُولُ هٰذِهِ الدَّوْلَةِ الْقُصْوٰى مَنُوطٌ بِاِتْمَامِ طَرِيقَيِ السُّلُوكِ وَالْجَذْبَةِ تَفْصِيلًا مَرْتَبَةً بَعْدَ مَرْتَبَةٍ وَاِكْمَالِ مَقَامِ الْفَنَاءِ الْاَتَمِّ وَالْبَقَاءِ الْاَكْمَلِ دَرَجَةً بَعْدَ دَرَجَةٍ وَ هٰذَا لَايَتَيَسَّرُ اِلَّا بِكَمَالِ مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ

اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ مُتَابِعِیْهِ وَالْمَسْؤُلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ كَمَالُ مُتَابَعَتِهٖ وَالثَّبَاتُ عَلَيْهِ وَالْاِسْتِقَامَةُ عَلٰی شَرِيْعَتِهٖ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنَا وَهٰذِهِ الْمَعَارِفُ مِنَ الْاَسْرَارِ الدَّقِيْقَةِ وَالرُّمُوْزِ الْخَفِيَّةِ مَا تَكَلَّمَ بِهَا اَحَدٌ مِنْ اَكَابِرِ الْاَوْلِيَاءِ وَمَا اَشَارَ اِلَيْهَا وَاحِدٌ مِنْ اَعَاظِمِ الْاَصْفِيَاءِ اِسْتَاثَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ هٰذَا الْعَبْدَ بِهٰذِهِ الْاَسْرَارِ وَاِفْشَائِهَا بِصَدَقَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَلَنِعْمَ مَا قَالَ فِی الشِّعْرِ الْفَارِسِیِّ ؎

اگر پادشہ بر در پیر زن — بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

لَيْسَ قُبُوْلُهٗ تَعَالٰی مُعَلَّلاً بِشَیْءٍ وَلَا مُسَبَّبًا بِسَبَبٍ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَعَلٰی جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلَی الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰی عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔ **منها**۔ روح از علم بے چونی است پس لا مکانیۃ اورا متحقق باشد۔ ہر چند بیچونیِ او نسبت بمرتبہ وجوب تعالت و تقدست عینِ چون است و لا مکانیۃ او نظر بلا مکانی حقیقی جل سلطانہٗ عینِ مکانیۃ گویا عالم ارواح برزخ است درمیان آن عالم و مرتبہ بیچونی پس ہر دو رنگ دارد۔ ناچار عالم چون اورا بیچون می داند و نظر بمرتبۂ بے چونی عین چونست و این نسبتِ برزخیت اورا باعتبار فطرتِ اصلی اوست۔ اما بعد از تعلق باین بدن عنصری و گرفتاری باین ہیکل ظلمانی او از برزخیت برآمدہ است و بتمام بعالم چون فرود آمدہ و رنگ بیچونی از وے متواری گشتہ مثل او مثل ہاروت و ماروت ست کہ بواسطۂ بعضے حکم و مصالح ارواحِ ملائکہ بتخصیصِ بشریۃ فرود آمدہ اند۔ چنانچہ گفتہ اند پس اگر عنایتِ خداوندی جل شانہٗ دستگیری نماید تا ازین سفر رجوعے واقع شود و ازین تنزل عروجے فرماید۔ نفس ظلمانی و بدنِ عنصری نیز بمتابعت او عروجے خواہند نمود و طے منازل خواہند فرمود درین ضمن آنچہ مقصود از

تعلق روح و تنزلِ اوست بظہور خواہد آمد و لعارہ باطمینان خواہد پیوست و ظلمانی بنورانی مبدّل خواہد گشت و چون روح این سفر را تمام کند و آنچہ مقصود از نزول بود بانجام رساند بہ برزخیت اصلی خواہد رسید و نہایت در رجوع بدایت خواہد یافت۔ و چون قلب از عالم ارواح است نیز در برزخیت توطن خواہد نمود و نفسِ مطمئنہ کہ رنگے از عالم امر دارد چہ او برزخ است میانِ قلب و بدن نیز ہمان جا اقامت خواہد نمود و بدنِ عنصری کہ مرکّب از عناصرِ اربعہ است بعالم کون و مکان استقرار خواہد یافت و بطاعت و عبادت خواہد پرداخت۔ بعد ازین اگر سرکشی و مخالفت واقع شود فی الجملہ منسوب بطبائع عناصر خواہد بود۔ مثلاً جزو ناری کہ بالذات سرکش و مخالفت طلب ست در رنگِ ابلیس لعین ندائے اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ خواہد برآورد و نفسِ مطمئنہ از سرکشی باز ماندہ است چہ او از حق جل سلطانہٗ راضی گشتہ و حق سبحانہٗ از وے راضی و سرکشی از راضی و مرضی متصور نیست اگر سرکشی است از قالب است مانا کہ سَیِّدُ الۡبَشَرِ عَلَیۡهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکۡمَلُهَا تعبیر بجہادِ اکبر ازین سرکشی ابلیسی فرمودہ باشند کہ منشاء آن جزو قالبی است و آنکہ فرمودہ اند اَسۡلَمَ شَیۡطَانِیۡ مراد از ان یا شیطانِ آفاقیست کہ قرینِ اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام و مراد ازینجا شیطانِ انفسی است ہر چند صولت این شیطان نیز شکستہ است و از تمرد باز ماندہ اَمَّا مَا بِالذَّاتِ لَا یَنۡفَکُّ عَنِ الذَّاتِ ۔ سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگست و یا مراد از ان شیطانِ انفسی است و اسلام آن مستلزم انتفائے سرکشی بالکلیہ نیست باوجود اسلام اگر ترکِ عزیمت خواہد و مرتکب رخصت گردد جائز است و اگر صغیرہ بوجود آید کہ دران حَسَنہ نباشد ہم گنجائش دارد بلکہ حَسَنۃُ ابرار کہ نزد مقربان سیئہ است نیز ازین قبیل است۔ این ہمہ اقسامِ سرکشی است و این بقائے سرکشی از وے از برائے اصلاح و ترقیِ اوست چہ بعد از حصول این امور کہ نہایت نقص دران بحصول ترکِ اولیٰ است آنقدر ندامت و پریشانی و توبہ و استغفار دست میدہد کہ موجب ترقیات بے نہایت می گردد و چون بدنِ عنصری در مقرِّ خود استقرار یافت بعد از مفارقتِ

لطائفِ ستہ و عروج آنہا در عالم امر ہر آئینہ خلیفۂ آنہا درین عالم ہمین بدن خواہد ماند و کارِ ہمہ آنہا خواہد کرد۔ بعد ازین اگر الہام است بر ہمین مضغہ است کہ خلیفہ حقیقتِ جامعہ قلبیہ است و آنچہ در حدیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام آمدہ است مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ مراد ازین قلب وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ ہمین مضغہ است۔ و در احادیث دیگر این مراد متعین است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ عروض غین بر مضغہ است نہ بر حقیقت جامعہ کہ او بکلیہ از غین بر آمدہ است و در احادیث دیگر آمدہ از تقلب قلب کَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ الخ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَرِيْشَةٍ فِىْ اَرْضِ فَلَاةٍ الخ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى طَاعَتِكَ وَالتَّقَلُّبُ وَعَدَمُ الثَّبَاتِ ثَابِتَةٌ لِهٰذَا الْمُضْغَةِ لِاَنَّ الْحَقِيْقَةَ الْجَامِعَةَ لَا تُقَلَّبُ لَهَا اَصْلًا بَلْ هِىَ مَطْمَئِنَّةٌ رَاسِخَةٌ عَلَى الْاِطْمِيْنَانِ وَالْخَلِيْلُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ طَلَبَ الْاِطْمِيْنَانَ لِلْقَلْبِ اِرَادَ بِهِ الْمُضْغَةَ لَاغَيْرُ لِاَنَّ قَلْبَهُ الْحَقِيْقِىْ قَدْ كَانَ مُطْمَئِنًّا بِلَا رَيْبٍ بَلْ نَفْسُهٗ اَيْضًا كَانَتْ مُطْمَئِنَّةً بِسِيَاسَةِ قَلْبِهِ الْحَقِيْقِىْ قَالَ صَاحِبُ الْعَوَارِفِ قُدِّسَ سِرُّهٗ اِنَّ الْاِلْهَامَ صِفَةُ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ الَّتِىْ عَرَجَتْ فِىْ مَقَامِ الْقَلْبِ وَاِنَّ التَّلْوِيْنَاتِ وَالتَّقْلِيْبَاتِ تَكُوْنُ صِفَاتِ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ وَهُوَ كَمَا تَرٰى مُخَالِفٌ لِلْاَحَادِيْثِ الْمَذْكُوْرَةِ وَلَوْتَيَسَّرَ الْعُرُوْجُ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ الَّذِىْ اَخْبَرَ الشَّيْخُ عَنْهُ لَعَلِمَ الْاَمْرَ كَمَا هُوَ عَلَيْهِ وَلَاحَ صِدْقُ مَا اَخْبَرْتُ بِهٖ وَطَابَقَ الْكَشْفُ وَالْاِلْهَامُ بِالْاَخْبَارَاتِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَلَقَدْ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اَخْبَرْتُ بِهٖ مِنْ خِلَافَةِ الْمُضْغَةِ وَ وُرُوْدِ الْاِلْهَامِ عَلَيْهَا وَ صَيْرُوْرَتِهَا صَاحِبَ اَحْوَالٍ وَتَلْوِيْنَاتٍ مِمَّا كَبُرَ عَلَى الْمُتَعَصِّبِيْنَ الْجَاهِلِيْنَ

الْقَاصِرِیْنَ عَنْ حَقِیْقَةِ الْاَمْرِ وَنَقَلَ عَلَیْهِمْ فَمَا ذَا یَقُوْلُوْنَ فِی الْاَخْبَارِ النَّبَوِیَّةِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَیْثُ قَالَ اِنَّ فِی جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَافَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ جَعَلَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْمُضْغَةَ هِیَ الْقَلْبَ عَلٰی سَبِیْلِ الْمُبَالَغَةِ وَنَاطَ صَلَاحَ الْجَسَدِ وَ فَسَادَهٗ بِصَلَاحِهَاوَ فَسَادِ هَافَیَجُوْزُ لِهٰذِهِ الْمُضْغَةِ مَا یَجُوْزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِیْقِیِّ وَاِنْ کَانَ عَلٰی سَبِیْلِ النِّیَابَةِ وَالْخَلَافَةِ وَاعْلَمْ اَنَّ الرُّوْحَ لَمَّا فَارَقَ الْجَسَدَ بِالْمَوْتِ الَّذِیْ هُوَقَبْلَ الْمَوْتِ وَجَدَ الْعَارِفُ الْوَاصِلُ رُوْحَهٗ غَیْرَ دَاخِلٍ فِی الْجَسَدِ وَلَا خَارِجٍ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهٗ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَوَجَدَ اَنَّ لِلرُّوْحِ تَعَلُّقًا مَعَ الْجَسَدِ لِصَلَاحِ الْجَسَدِ بَلْ لِغَرَضٍ یَعُوْدُ اِلَی الرُّوْحِ کَمَالُهٗ اَیْضًا وَذٰلِکَ التَّعَلُّقُ هُوَ مَنْشَاءُ الصَّلَاحِ وَالْخَیْرِ فِی الْجَسَدِ وَلَوْلَا ذٰلِکَ التَّعَلُّقُ لَصَارَ الْجَسَدُ بِحَذَافِیْرِهٖ شَرًّا وَنَقْصًا وَهٰکَذَاالْحَالُ لِلْوَاجِبِ تَعَالٰی مَعَ الرُّوْحِ وَغَیْرِهٖ فَاِنَّهٗ تَعَالٰی غَیْرُ دَاخِلٍ فِی الْعَالَمِ وَلَا خَارِجٍ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهٗ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَلَهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَلُّقٌ مَعَ الْعَالَمِ خَلْقًا وَ اِبْقَاءً وَاِفَاضَةً لِلْکَمَالَاتِ وَ اِیْلَاءً لِلنِّعَمِ وَالْخَیْرَاتِ فَاِنْ قُلْتَ اِنَّ عُلَمَاءَ اَهْلِ الْحَقِّ مَا تَکَلَّمُوْا فِی الرُّوْحِ مِثْلَ هٰذَاالْکَلَامِ بَلْ کَادُوْا لَمْ یُجَوِّزُوْهُ وَاَنْتَ مُلْتَزِمٌ وِفَاقَهُمْ فِی الْقَلِیْلِ وَالْکَثِیْرِ فَمَا وَجْهُهٗ قُلْتُ الْعَالِمُ بِحَقِیْقَةِ الرُّوْحِ قَلِیْلٌ مِنْهُمْ فَهُمْ مَعَ قِلَّتِهِمْ اِنَّمَا لَمْ یَتَکَلَّمُوْا بِکَشْفِ الْکَمَالَاتِ الرُّوْحِیَّةِ وَاکْتَفَوْا بِالْاِجْمَالِ اِجْتِنَابًاعَنْ سُوْءِ فَهْمِ الْعَوَامِ وَوُقُوْعِهِمْ فِی الضَّلَالِ فَاِنَّ الْکَمَالَاتِ الرُّوْحِیَّةَ شَبِیْهَةٌ صُوْرَةً بِالْکَمَالَاتِ الْوُجُوْبِیَّةِ وَالْفَرْقُ دَقِیْقٌ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْهِ اِلَّاالرَّاسِخُوْنَ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَرَاَوُالْمُصْلِحَةَ فِی الْاِجْمَالِ بَلْ فِی الْاِنْکَارِ عَنْ بَیْنِهٖ وَکَشْفِ عَنْ حَقِیْقَتِهٖ فَلَا یُنْکِرُوْنَ کَمَالَاتِهِ الَّتِیْ سَبَقَ ذِکْرُهٗ

وَالْعَبْدُ الضَّعِيْفُ اِنَّمَا بَيَّنَهُ وَكَشَفَ عَنْ بَعْضِ غَوَامِضِهِ اِعْتِمَادًا عَلٰى عِلْمِهِ الصَّحِيْحِ وَكَشْفِهِ الصَّرِيْحِ بِعَوْنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَوْفِيْقِهِ وَصَدَقَةِ حَبِيْبِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاٰلِهِ الْكِرَامِ مَعَ اِزَالَةِ شُبْهَةٍ مَانِعَةٍ عَنِ الْبَيَانِ فَافْهَمْ وَمِمَّا يَنْبَغِيْ اَنْ يُعْلَمَ اَنَّ الْجَسَدَ كَمَا اسْتَفَادَ مِنَ الرُّوْحِ كَمَالَاتٍ لَا تُحْصٰى فَالرُّوْحُ اَيْضًا اكْتَسَبَ مِنَ الْجَسَدِ فَوَائِدَ عُظْمٰى حَيْثُ صَارَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا مُتَكَلِّمًا مُتَجَسِّدًا بِجَسَدٍ مُكْتَسِبًا مُبَاشِرًا لِلْاَفْعَالِ نَاسَبَتْ بِعَالَمِ الْاَجْسَادِ وچون نفس مطمئنہ بروحانیان ملحق شد چنانکہ بالا گزشت عقل بجائے او در عالمِ اجساد بخلافت او نشست و عقلِ معاد نام یافت۔ این زمان فکر و اندیشۂ او ہمہ برائے آخرت مقصود گشت و از اندیشۂ معیشت فارغ آمد و شایانِ فراست شد بواسطۂ نوریکہ او را عطا فرمودہ اند۔ این مرتبہ نہایت مراتب کمالاتِ عقل است ناقصے اینجا اعتراض نکند کہ نہایتِ مراتب کمالاتِ عقل میباید کہ در نسیان معاش و معاد متحقق شود کہ در مبدء اندیشۂ او غیرِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہیچ نباشد چہ دنیا و چہ آخرت۔ گوئیم کہ این نسیان در اثنائے راہ او را حاصل شدہ بود در مرتبۂ فنافی اللہ و این کمال بمراحل ازان متجاوز است اینجا رجوع علمست بعد از حصول جہل و عود فرق است بعد از تحقیقِ جمع و حصولِ اسلام حقیقی است بعد از کفرِ طریقت کہ در مرتبۂ جمع ست و فلاسفۂ کثیر السفہ کہ در عقل مراتب اربعہ ثابت کردہ اند و کمالاتِ عقل را دران منحصر دانستہ اند از کمال نادانی است حقیقتِ عقل را با کمالاتِ تابعۂ او بعقل و وہم نے توان دانست کشفِ صحیح و الہامِ صریح درکار است کہ مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت ست۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَسْلِيْمَاتُهٗ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ عُمُوْمًا وَاَفْضَلِهِمْ حَبِيْبِ اللّٰهِ خُصُوْصًا اگر پرسند کہ در عباراتِ مشائخ واقع شدہ است کہ عقل ترجمان روح ست معنیٔ آن چہ باشد گوئیم کہ علوم و معارف کہ بتلقیٔ روحانی از مبدء فیاض فائض می شود قلب کہ از عالمِ ارواحست اخذ میکند ترجمانِ آن عقلست کہ آنرا محرر و ملخص ساختہ شایانِ فہم گرفتارانِ عالم خلق می سازد کہ اگر او

ترجمانی نکند فهمیدنِ آن متعسر است بلکہ متعذر و چون مضغهٔ قلبیه خلیفهٔ حقیقتِ جامعهٔ قلبیه است حکمِ اصل پیدا کرده است و تلقّیِ او نیز تلقّیِ روحانی گشته و محتاج به ترجمان آمده است۔
باید دانست که زمانے بر عقل معادی آید که باعثِ شوق بمجاورت نفس مطمئنه میگردد بحدّیکه او را بمقامِ آن میرساند قالب را تہی و خالی میگزارد و این زمان تعقل و تذکّر نیز بمضغه قلبیه قرار می یابد۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ وَ ح ہمان قلب خود ترجمانِ خود گردد درین وقت عارف را معامله با قالب افتد جزوِ ناری آنکه ندائے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ازنہادِ آن ظاہر می شد رُو بانقیاد میآرد و بتدریج بشرف اسلامِ حقیقی مشرف می گردد۔ پس خلعتِ ابلیسی را از وے زائل گردانیده بمقامِ اصلی نفس مطمئنه میرسانند و نائب مناب آن میسازند پس در قالب خلیفه قلبِ حقیقی مضغه آمد و نائب مناب نفس مطمئنه جزوِ ناری گشت ع زر شُد مِسِ وجودِ من از کیمیائے عشق وجزوِ ہوائی مناسبت بروح وارد لہٰذا در وقتِ وصولِ سالک و عروج آن بمقامِ ہوا گاه باشد که ہمین ہوا را بعنوانِ حقانیت بداند و گرفتارِ آن بماند چنانچه در مقامِ روح ہمین شہود دست مید ہد و گرفتار می ماند۔ بعضے از مشائخ گفته اند که سی سال روح را بخدائی پرستیدم و چون ازان مقام گزرانیدند حق از باطل جدا شد و این جزوِ ہوائی بواسطهٔ مناسبت بمقامِ روحی درین قالب قائم مقام روح می گردد و در بعض امور حکم روح پیدا می کند۔ وجزوِ آبی مناسبت بحقیقتِ جامعه قلبیه دارد و لہٰذا فیضِ او بجمیع اشیاء میرسد۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ بازگشتِ او نیز بمضغهٔ قلبیه است۔ وجزوِ ارضی که جزوِ اعظم آن قالب است بعد از تطہیر از تلویث و نائت و خست که از صفاتِ ذاتیه او اند حاکم و غالب درین قالب او می گردد و ہر چه ہست در قالب حکمِ او پیدا می کند و رنگِ آن می گیرد و این بواسطه جامعیتِ تامه اوست جمیع اجزائے قالب فی الحقیقت اجزائے او یند و لہٰذا کرهٔ ارضی مرکزِ عناصر و افلاک آمد و مرکزِ او مرکزِ عالم درین وقت معاملهٔ قالب نیز بانجام رسید و نہایت عروج و نزول متحقق گشت و کمالِ تکمیل نقد وقت آمد لیست نہایتے که رجوع بہدایت دارد۔ بدانکه روح ہا

مراتب و توابع خود ہر چند بطریق عروج بمقرّ خود رسیدہ بود اما چون ہنوز تربیت قالب در پیش داشت توجہے باین عالم درکار بود و چون معاملہ قالب بانجام رسید روح باسِرّ و خفی واخفیٰ و با قلب و نفس و عقل متوجہ جناب قدسِ خداوندی جل سلطانہٗ گشت و بکلیۃ ازین قالب اعراض نمود و قالب نیز بکلیتِ خود متوجہ مقامِ عبودیت آمد پس روح با مراتبِ خود در مقامِ شہود و حضور متمکن است و از دید و دانش ماسوائی بکلیت معرض و قالب بتمام بمقامِ طاعت و بندگی راسخ است ایںست مقامِ فرق بعد الجمع وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَافِقُ لِلْکَمَالَاتِ ۔ واین درویش را درین مقام قدمِ خاص است و آن رجوع روحست با مراتبِ خود بعالم خلق تا بحق جلّ وَ عَلَا ایشان را دعوت نماید و روح درین وقت حکم قالب پیدا می کند و تابع او میگردد و کار تا بجائے میرسد کہ اگر قالب حاضر است روح نیز حاضر است و اگر قالب غافلست روح نیز غافل مگر در وقتِ ادائے نماز کہ روح با مراتبِ خود متوجہ جنابِ قدس ست جلّ شانہٗ قالب اگرچہ غافل باشد زیرا کہ نماز معراجِ مومن است ۔ باید دانست کہ این رجوع واصل کہ بکلیت واقع شود از اکملِ مقاماتِ دعوت است این غفلت سبب حضورِ جمع کثیر است غافلان ازین غفلت غافلند و حاضران ازین رجعت جاہل این مقام از قبیل مدح بمایشبہ الذمّ است فہم ہر کوتاہ اندیش اینجا نرسد اگر کمالاتِ این غفلت را بیان کنم ہرگز کسے آرزوئے حضور نکند ۔ این آن غفلت است کہ خواصِ بشر را بر خواصِ مَلَک فضیلت بخشید این آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم را رحمتِ عالمیان گردانید این آن غفلت است کہ از ولایت بہ نبوت میرساند این آن غفلت است کہ از نبوت برِسالت میرساند این آن غفلت است کہ اولیائے عشرت را بر اولیائے عُزلت مزیّت می بخشد این آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم را بر صِدّیق اکبر سبقت می دہد بَعْدَ مَا کَانَا کَاُذُنِیْ فَرَسٍ این آن غفلت است کہ صحو را بر سُکر ترجیح می نماید کہ نبوت را بر ولایت افضل می گرداند عَلٰی رَغْمِ الْقَاصِرِیْنَ این آن غفلت است کہ بسبب آن قطبِ ارشاد از

قطب ابدال افضلیت پیدا می کند این آن غفلت است کہ صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنه آرزوئے آن می نماید آنجا کہ می فرماید یَا لَیْتَنِیْ صَحْوُ مُحَمَّدٍ این آن غفلت است کہ حضور کمینہ خادمِ اوست این آن غفلت است کہ وصول مقدمہ حصول اوست این آن غفلت است کہ بصورتِ تنزل ست و بحقیقت ترفّع است این آن غفلت است کہ خواص را بعوام مشتبہ میسازد و قبابِ کمالات ایشان میگردد ع گر بگویم شرح این بے حد شود اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَ الْقَطْرَۃُ تُنْبِیءُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِیْرِ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَ الْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا **منها** حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم درمیان سائر انبیاء علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات بتجلی ذاتی ممتاز است و باین دولت کہ فوق جمیع کمالات است مخصوص و کمّل تابعان اورا ازین مقام خاص نصیب است۔ گفتہ نشود کہ برین تقدیر لازم می آید کہ کمّل این امت افضل باشند از سائر انبیاء و این خلاف معتقد اہل سنت و جماعت ست رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و این فضل نہ جزئیست تا بآن رفع شبہ کردہ شود بلکہ کلی است زیرا کہ تفاضلِ رجال بقربِ الٰہی است جلّ سلطانہٗ ہر فضیلتے کہ ہست دُونِ آن فضیلت است در جواب گوئیم کہ لازم نمی آید ازین کہ کمّل این امت را از آن مقام نصیب است وصول لہما بآن مقام و فضیلت مربوط بوصول ست نہایت عروج کمّل این امت کہ خیر الامم است تا تحت اقدام انبیاء است علیہم الصلوات و التسلیمات صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افضلِ جمیع بشر است بعد انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات نہاتِ عروج او تا تحتِ قدمِ نبی است کہ دُونِ جمیع انبیاء است غایۃ مافی الباب کمّل تابعان این امت را در مقام تحت از کمالاتِ مقام فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبر ایشانست علیہ الصلوٰۃ والسلام نصیب تمام است خادم ہر جا باشد اُولش مخدوم باو خواہد رسید خادم دُور بطفیلِ مخدوم آن یابد کہ نزدیکان را بیدولت خدمت میسر نگردد۔ در قافلہ کہ اوست دانم نرسم

این بسکہ رسد ز دور بانگِ جرسم باید دانست کہ مریدان را گاہ ہست کہ این توہم در حق پیران خود پیدا شود وصولِ مقاماتِ پیران ایشان را در تخیل مساوات انداز د حقیقتِ معاملہ این است کہ مذکور شد حصول مساوات بر تقدیر وصول بآن مقامات است نہ بر تقدیر حصول آن مقامات کہ حصول طفیلی است ازینجا کسے گمان نکند کہ مرید مساوی پیرِ خود نباشد نہ چنین است بلکہ مساوات مجوز است بلکہ واقع لیکن فرق درمیان حصول آن مقام ووصول بآن مقام دقیق است ہر مرید باین دولت مُمتَد نیست کشفِ صحیح والہامِ صریح درین فرق درکار است وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْہِمُ بِالصَّوَابُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی **منھا** درویشے پرسید کہ سبب چیست کہ روندۂ این راہ را حالتے رُومیدہد وزمانے می ایستد وبعدازان متواری می گردد وپس ازمدتے باز ہمان حالت آشکارمیشود وبعداززمان باز متواری میگردد وھکذا الی ما شاء اللّٰہ تعالٰی جوابش آنست کہ آدمی راہفت لطیفہ است ومُدتِ دولت وسلطان ہر لطیفہ جدا است پس اگر واردے بر الطف لطیفہا دُرود نمود وحالتے قوی نزول فرمود کلیتِ سالک برنگِ آن لطیفہ منصبغ میگردد وآن حال در جمیع لطائف سرایت می کند وتا زمانے کہ دولتِ آن لطیفہ ثابت است آن حال برپاست وچون دولتِ آن لطیفہ منقضی گشت آن حال زائل می شود وبعدازمدتے اگر آن حال رجوع نماید از دوحال خالی نیست یا برہمان لطیفۂ اولٰی رجوع نماید درین وقت راہِ ترقی بران سالک مَسدود است واگر بر لطیفہ دیگر وارد شد راہِ ترقی مفتوح گشت ودران لطیفۂ دیگر نیز معاملہ لطیفۂ اولٰی است چہ بعد از زائل شدنِ آن حال اگر ہمان حال رجوع نماید از دوحال سابق خالی نیست وھکذا حال جمیع اللطائف پس اگر آن وارد در جمیع لطائف بطریقِ اصالۃ سَریَان نمود از حال بمقام انتقال فرمود واز زوال محفوظ گشت وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَ اٰلِہِ الْاَطْھَرِ **منھا** قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ. یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ الشُّرْلِیَّۃُ

قَیدٌ لِلاَمرِ بِالاَکلِ اَی کُلُوا مِنْ مُستَلَذَّاتِ مَارَزَقنَاکُم اِنْ صَحَّ مِنکُم اَنْ تَخُصُّوْهُ بِالْعِبَادَةِ وَلَوْلَمْ یَصِحَّ مِنکُمْ ذٰلِکَ بَلْ کُنتُمْ عَابِدِیْ مُلْهِیَاتِ اَنْفُسِکُمْ فَلَا تَاکُلُوا مِنْ مُسْتَلَذَّاتِهٖ لِکَوْنِکُمْ مَرضٰی بِالْمَرَضِ الْبَاطِنِیْ وَالْمُسْتَلَذَّاتُ مِنَ الْمَرْزُوْقَاتِ سَمٌّ قَاتِلٌ لَکُمْ وَاِذَا زَالَ الْمَرَضُ الْبَاطِنِیْ مِنْکُمْ صَحَّ لَکُمْ تَنَاوُلُ الْمُسْتَلَذَّاتِ . فَسَّرَ صَاحِبُ الْکَشَّافِ الطَّیِّبَاتِ هٰهُنَا بِالْمُسْتَلَذَّاتِ نَظْرًا اِلٰی طَلَبِ الشُّکْرِ منها قَالَ بَعْضُ مَشَائِخ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارُهُمْ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا یَضُرُّهٗ ذَنْبٌ اَیِ الذَّنْبِ الَّذِیْ اکْتُسِبَ قَبْلَ الْمَعْرِفَةِ لِاَنَّ الْاِسْلَامَ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَحَقِیْقَةُ الْاِسْلَامِ هُوَ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰی طَرِیْقَةِ الصُّوْفِیَةِ بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ فَیَجُبُّ حُصُوْلُ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ کَانَتْ حَاصِلَةً قَبْلَهَا وَیُمْکِنُ اَنْ یُّرَادَ بِالذَّنْبِ الذَّنْبُ الَّذِیْ یَحْصُلُ بَعْدَ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ فَیُرَادُ بِالذَّنْبِ الذَّنْبُ الصَّغِیْرُ لَا الْکَبِیْرُ لِاَنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ مَحْفُوْظُوْنَ عَنْهُ وَعَدَمُ ضَرِّهٖ بِعَدَمِ الْاِصْرَارِ وَالتَّدَارُکِ بِلَا فَصْلٍ بِالتَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مَعْنَاهُ لَا یَصْدُرُ عَنْهُ ذَنْبٌ لِاَنَّ عَدَمَ صُدُوْرِ الذَّنْبِ مَلْزُوْمٌ لِعَدَمِ ضَرِّهٖ فَذَکَرَ اللَّازِمَ وَاَرَادَ الْمَلْزُوْمَ وَمَا تَوَهَّمَ الْمَلَاحِدَةُ مِنْ هٰذِهِ الْعِبَارَةِ مِنْ اَنْ یَّسَعَ لِلْعَارِفِ ارْتِکَابُ الذُّنُوْبِ لِعَدَمِ ضَرِّهَا فَبَاطِلٌ قَطْعًا وَ زَنْدَقَةٌ صَرِیْحًا اُولٰئِکَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ وَاَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ الْوَاسِعِ مَغْفِرَتُهٗ اَنْ لَا یَضُرَّ الذَّنْبُ الْمُکْتَسَبُ قَبْلَ الْمَعْرِفَةِ لِلْعَارِفِ الْمُتَحَقِّقِ بِحَقِیْقَةِ الْاِسْلَامِ وَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ الذَّنْبُ مِنْ قَبِیْلِ الْمَظَالِمِ وَحُقُوْقِ الْعِبَادِ لِمَا هُوَ سُبْحَانَهُ الْمَالِکُ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَقُلُوْبُ الْعِبَادِ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ مِنْ اَصَابِعِهٖ یُقَلِّبُهَا

كَيْفَ يَشَآءُ وَمُطْلَقُ الْإِسْلَامِ يَجُبُّ مِنَ الذُّنُوْبِ مَا سِوَى الْمَظَالِمِ وَحُقُوْقِ الْعِبَادِ كَمَا لَا يَخْفٰى فَاِنَّ الْحَقِيْقَةَ الشَّيْءِ وَكَمَالِهٖ مَزِيَّةٌ لَيْسَ لِمُطْلَقِهٖ **منها** حق سبحانہٗ و تعالیٰ بذاتِ خود موجود ست نہ بوجود بخلافِ سائر موجودات کہ بوجود موجودند پس احتیاج او تعالیٰ در موجودیت بوجود لازم نیاید تا گویند وجودِ او تعالیٰ عینِ ذات است نہ زائد تا احتیاج بغیر لازم نیاید و در اثبات عینیتِ وجود مرذات را جل سلطانہ محتاج بادِلّہ متطاولہ گردیم و مخالفت کردہ باشیم مر جمہور اہلسنت و جماعت را چہ این بزرگواران بعینیتِ وجود قائل نیستند وجود را زائد میدانند و پوشیدہ نیست کہ حکم بزیادتیِ وجود مستلزم احتیاج واجب است تعالیٰ و تقدس بغیر اگر وجودِ زائد واجب را تعالیٰ و تقدس موجود گوئیم و اگر بذاتِ خود موجود گوئیم و این وجود را عرضِ عام بگیریم ہم سخن جمہور متکلمین اہل حق درست میگردد و ہم اعتراضِ احتیاج کہ مخالفان دارند بالکلیہ دفع می شود و فرق واضح است درمیانِ آنکہ واجب را تعالیٰ بذاتِ خود موجود گفتن و اصلا وجود را دخل نادادن و درمیانِ آنکہ موجود بوجود گفتن و آن وجود را عین ذات اثبات کردن هٰذِهِ الْمَعْرِفَةُ مِمَّا خَصَّنِيَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِهَا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ **منها** زخصائص حضرت واجب الوجود است تعالیٰ و تقدس کہ بذاتِ خود موجود بود و اصلا در موجودیت بوجود محتاج نشود برابر ست کہ وجود را عین ذات بگیریم یا زائد بر ذات بر ہر دو تقدیرِ عینیت و زیادتی محذور لازم است و چون حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ را سنت بران جاری شدہ است کہ ہر چہ در مرتبۂ وجود ست نمونۂ آن در ہر مرتبہ امکان ظاہر سازد عَلِمَهٗ اَحَدٌ اَوْلَمْ يَعْلَمْهُ انموذج این خاصہ در عالم امکان وجود را ساختہ است کہ وجود ہر چند موجود نیست و از معقولات ثانیہ است امّا اگر فرض کنیم وجودِ اُورا پس او موجود بذاتِ خود خواہد بود نہ بوجودِ دیگر بر خلاف موجودات دیگر کہ موجودیتہ آنہا بوجود محتاج است و ذوات لہنہا کافی نیست پس ہرگاہ وجود کہ او را در موجودیت اشیا مد خلے دادہ اند اگر موجود شود بذاتِ خود موجود خواہد بود و محتاج بوجود دیگر نخواہد بود خالق موجودات تعالیٰ

و تقدس بالاستقلال اگر بذاتِ خود موجود شود و اصلا بوجود محتاج نگردد چہ عجب است و استبعادِ بعیدان از مبحث خارج است وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اگر کسے گوید کہ مرادِ حکما و اشعریہ و بعضے متصوفہ کہ بعینیت وجود مر ذات را قائل گشتہ اند ہمانست کہ تو آنرا گفتۂ در معرفتِ سابق کہ واجب وجود موجودست تعالیٰ و تقدس بذاتِ خود نہ بوجود پس معنیٰ این کلام کہ موجود است بوجودے کہ عین ذات ست آنست کہ موجودست بذاتِ خود نہ بوجود در جواب گوئیم کہ برین تقدیر خلاف اہل سنت با ایشان درین مسئلہ در برابر نمے افتد بایستے کہ اہل حق برین تقدیر در تقابل ایشان می گفتند کہ او تعالیٰ بوجود موجود است نہ بذات اثبات زیادتی وجود برین تقدیر مستدرک است پس اثبات زیادتی وجود را دلالت بران شدہ کہ خلافِ فریقین در نفس وجود نیست بلکہ در وصفِ اوست کہ عینیت و زیادتی باشد یعنی ہر دو فریق قائل اند بآنکہ او تعالیٰ بوجود موجود است خلافے ندارند مگر در عینیت و زیادتی آن اگر گویند کہ چون واجب الوجود تعالیٰ و تقدس بذاتِ خود موجود باشد پس واجب را تعالیٰ موجود گفتن بکدام معنی باشد چہ معنی موجود مَا قَامَ بِهِ الْوُجُوْدُ است وَلَا وُجُوْدَ هٰهُنَا اَصْلاً جواب گوئیم کہ آرے وجودیکہ ذاتِ واجب تعالیٰ و تقدس بآن موجود شود در واجب تعالیٰ مفقود است امّا وجودیکہ بطریق عرض عام بر ذاتِ او تعالیٰ مَقُول شود و بطریقِ اشتقاق محمول گردد اگر باعتبارِ قیام آن وجود واجب را تعالیٰ موجود گویند گنجائش دارد ہیچ محذور لازم نیاید والسلام **منہا** ہرگز نہ پرستیم خدائے را کہ در حیطۂ شہود آید و مرئی گردد و معلوم شود و در وہم و خیال گنجد چہ مشہود و مرئی و معلوم و موہوم و متخیل در رنگ شاہد و رائی و عالم و واہم و متخیل مصنوع و محدث ست۔ ع

آن لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبم ۔ مقصود از سیر و سلوک خرقِ حجب است حجب وجوبی باشد یا امکانی تا وصلِ عریانی میسر آید نہ آنکہ مطلوب را در قید آرند و صید نمایند۔ ع عنقا شکارِ کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را۔ بَقِیَ اَنَّ الرُّؤْيَةَ فِی الْاٰخِرَةِ حَقٌّ نُؤْمِنُ بِهٖ وَلَا نَشْتَغِلُ بِكَيْفِيَّتِهٖ لِقُصُوْرِ فَهْمِ الْعَوَامِ عَنْ دَرْكِهٖ لَا لِعَدَمِ اِدْرَاكِ الْخَوَاصِ

فَاِنَّ لَهُمْ نَصِيْبًامِّنْ ذٰلِكَ الْمَقَامِ فِى الدُّنْيَا وَاِنْ لَّمْ يُسَمَّ رُوْيَةً وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ **منها** ہرچہ در دید ودانش می آید مقید است واز صرافت اطلاق متنزل ومطلوب آنست کہ از جمیع قیود منزہ ومبرا باشد پس ماورائے دید ودانش اُو را باید جست این معاملہ ورائے طورِ نظر عقل است چہ عقل ماورائے دید ودانش را جستن محال میداند۔ ؎ رازِ درونِ پردہ زرندانِ مست پرس کین حال نیست صوفیہ عالی مقام را۔ **منها** مطلق بر صرافت اطلاق خود است ہیچ قیدے باوراہ نیافتہ است اما چون در مرآتِ مقید ظہور فرماید عکسِ او باحکامِ آن مرآت مصبغ گشتہ مقیّد ومحدود نماید لاجرم در دید ودانش آید پس اکتفا بر دید ودانش اکتفا بر عکسے ست از عکوسِ آن مطلوب بلند ہمتان بجوز وموِیز سیر نشوند اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُحِبُّ مَعَالِىَ الْهِمَمِ جَعَلَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ مَعَالِى الْهِمَمِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ **منها** در اوائل حال می بینم کہ در مکانے طواف می کنم وجمعے دیگر نیز بامن دران طواف شریک اند اما بطوے سیر آن جماعہ بحدیست کہ تا من یک دَورِ طواف را بانجام میرسانم آن جماعہ دو سہ قدم مسافت را قطع می نمایند دران اثنا معلوم میگردد کہ این مکان فوق العرش است وجماعہ طواف کنندگان ملائک کرام اند۔ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ **منها** قِبابِ اولیاء اللہ صفاتِ بشریتِ ایشان است بہرچہ سائر مردم محتاج اند این بزرگواران نیز محتاج اند ولایت ایشان را از احتیاج نمی برآرد وغضبِ ایشان نیز در رنگِ غضب سائر مردم ست ہرگاہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات فرماید اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ باولیاء چہ رسد وہم چنین این بزرگواران در اکل وشرب ومعاشرت با اہل وعیال وموانست بایشان با سائر ناس شریک اند تعلقاتِ شتّٰی کہ از لوازمِ بشریت است از خواص وعوام زائل نمی گردد۔ وحق سبحانہٗ وتعالیٰ در شانِ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات می فرماید وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا

يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وکفارِ ظاہر بین می گفتند مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ پس ہر کہ نظرِ او بر ظاہر اہل اللہ افتاد محروم گشت و خسرانِ دنیا و آخرت نقدِ وقتِ او آمد۔ ہمین ظاہر بینی ابوجہل و ابولہب را از دولتِ اسلام محروم ساخت و در خسرانِ ابدی انداخت۔ سعادتمند آنست کہ نظرِ او از ظاہر بینی اہل اللہ کوتاہ گشت و حِدّتِ نظر او بصفاتِ باطنۂ این بزرگواران نفوذ کردو بر باطن مقصور گشت فَهُمْ كَنِيْلِ مِصْرَ بَلَاءٌ لِّلْمَحْجُوْبِيْنَ وَمَاءٌ لِّلْمَحْبُوْبِيْنَ عجب کاریست صفاتِ بشریۃ آنقدر کہ در اہل اللہ ظاہر می گردد در سائر مردم ظاہر نیست وجہش آنست کہ ظلمت و کدورت در محل ہموار و مصفا اگر چہ اندک باشد بیشتر ہویدا می گردد از انچہ در محل ناہموار و غیر مصفا اگر چہ بیشتر باشد لیکن ظلمتِ صفات بشریت در عوام در کلیت سرایت میکند و در قالب و قلب و روح می دَوَد و در خواص این ظلمت مقصور بی قالب و نفس ست و در اخصِ خواص نفس نیز ازین ظلمت مبرّا است مقصور بر قالب است وبس۔ و ایضاً این ظلمت در عوام موجبِ نقصان و خسارت است و در خواص موجب کمال و نضارت ہمین ظلمتِ خواص ست کہ ظلمتہائے عوام را زائل می گرداند قلبہائے ایشان را تصفیہ می بخشد و نفسہا را تزکیہ میدہد اگر این ظلمت نمے بود خواص را بعوام ہیچ مناسبت نمی کشود و راہِ افادہ و استفادہ مَسدُود می نمود و این ظلمت در خواص آنقدر نمے ایستد کہ مکدر سازد بلکہ ندامت و استغفار کہ در قفائے او دست میدہد چندین ظلمت و کدورت دیگر را ہم زواید و ترقیات میسر ماید ہمین ظلمت است کہ در ملائک مفقود است و بسبب آن راہِ ترقی مسدود و اسم ظلمت بروے از قبیلِ مدح بِمَا يُشْبِهُ الذَّمَّ ست عوام کالانعام صفاتِ بشریت اہل اللہ را دررنگ صفاتِ بشریت خود میدانند و محروم و مخذول مے مانند قیاسِ غائب بر شاہد فاسد است ہر مقام را خصوصیات علاحدہ است و ہر محل را لوازم جدا وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ **منها** آدمی تا زمانیکہ گرفتارِ علم و دانش ست و بنقوش ماسوائے منقش خوار و بے اعتبار ست۔ نسیان ماسوائے شرطِ راہ

است وفنائے ماعدا اللہ بہ پیشگاہ تا آئینہ باطنی از زنگار امکان زدودہ نگردد ظہور حضرت وجوب محال است چہ جمع علوم امکانی با معارف وجوبی از قبیل جمع اضداد است اینجا سوالے ست قوی وآن آنست کہ چون عارف را بہ بقا مشرف میسازند و برائے تکمیلِ ناقصان بازش می گردانند علومیکہ زائل شدہ بود عودی نماید برین تقدیرِ علومِ امکانی با معارفِ وجوبی جمع می گردند وتو آن راجمع ضِدین گفتہ جوابش آنست کہ عارف باقی باللہ درین وقت حکم برزخیت پیدا کردہ ست گویا برزخ است بَیْنَ الْوُجُوْبِ وَالْاِمْکَانِ ومنصبغ برنگ ہر دو مقام درین صورت اگر علوم و معارف ہر دو مقام جمع شوند چہ اشکال زیرا کہ محل اجتماع ضِدین واحد نماند بلکہ گویا متعدد گشتہ است فَلا جَمْعَ مِنْهَا علوم اشیاء کہ در مرتبہ فنا زائل شدہ بودند بعد از بقا اگر رجوع نمایند نقصے در کمالِ عارف لازم نیاید بلکہ کمال اوست درین رجوع بلکہ تکمیلِ او مربوط بہمین رجوع است چہ عارف بعد از بقا متخلق باخلاق اللہ است علم اشیا در واجب تعالیٰ عینِ کمال است و ضد آن موجبِ نقصان۔ فَکَذَا حَالُ الْعَارِفِ الْمُتَخَلِّقِ وَالسِّرُّ فِيْهِ اَنَّ الْعِلْمَ فِی لِلْمُمْکِنِ یَحْصُلُ بِحُصُوْلِ صُوْرَةِ الْمَعْلُوْمِ فِيْهِ فَلا جَرَمَ يَتَاَثَّرُ الْعَالِمُ بِحُصُوْلِ صُوْرَةِ الْمَعْلُوْمِ فِيْهِ وَكُلَّمَا كَانَ الْعِلْمُ اَزْيَدَ كَانَ التَّاَثُّرُ فِی الْعَالِمِ اَكْثَرَ فَيَكُوْنُ التَّغَيُّرُ وَالتَّلَوُّنُ فِيْهِ اَوْسَعَ وَاَبْسَطَ فَيَكُوْنُ نَقْصًا فَلَابُدَّ لِلطَّالِبِ مِنْ نَفْيِ هٰذِهِ الْعُلُوْمِ كُلِّهَا وَنِسْيَانِ الْاَشْيَاءِ جُلِّهَا وَالْعِلْمُ فِی الْوَاجِبِ تَعَالٰى لَيْسَ كَذٰلِكَ اِذْهُوَ سُبْحَانَهٗ مُنَزَّهٌ مِنْ اَنْ يُّحَلَّ فِيْهِ صُوَرُ الْاَشْيَاءِ الْمَعْلُوْمَةِ بَلْ يَنْكَشِفُ الْاَشْيَاءُ عَلَيْهِ تَعَالٰى بِمُجَرَّدِ تَعَلُّقِ الْعِلْمِ بِهَا فَسُبْحَانَ مَنْ لَّا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَافِیْ اَفْعَالِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ وَالْعَارِفُ الْمُتَخَلِّقُ يَصِيْرُ عِلْمُهٗ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَلا يَحُلُّ فِيْهِ صُوَرُ مَعْلُوْمَاتِ الْاَشْيَاءِ فَلا تَاَثُّرَ فِیْ حَقِّهٖ فَلا تَغَيُّرَ وَلَا تَلَوُّنَ فَلا يَكُوْنَ نَقْصًا بَلْ كَمَالًا هٰذَا السِّرُّ مِنْ غَوَامِضِ الْاَسْرَارِ الْاِلٰهِيَّةِ خَصَّ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ بِبَرَكَاةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ

وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا ۔ **منھا** این درویش را در دوازدہم سال از ابتدائے زمانِ انابت بمقامِ رضا مشرف ساختند ۔ اوّل نفس را باطمینان رسانیدند بعد ازان بتدریج بمحضِ فضلِ ایزدی بآین سعادت مستعسد ساختند و باین دولت مشرف نشد تا زمانیکہ پرتوے از رضائے آن حضرت جلّ سلطانہٗ بر نتافت فَرَضِیَتِ النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ عَنْ مَوْلَاهَا وَرَضِیَ مَوْلَاهَا عَنْهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ وَکَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ کَمَا یَحْرِیْ اگر گویند کہ چون راضی شد از مولائے خود پس معنی دُعا و طلب دفع بلا چہ باشد ۔ گوئیم کہ رضا از فعل مولائے تعالیٰ مستلزم رضا از مخلوقِ او نیست بلکہ بسا ست کہ رضا از مخلوق مستقبح باشد در رنگ کفر و معاصی پس رضا از خلق قبیح لازم باشد و کراہت از نفسِ قبیح واجب ۔ ہرگاہ مولا از نفسِ قبیح راضی نباشد بندہ چگونہ راضی شود بلکہ بندہ درین صورت مامور بشدّت و غلظت است پس کراہت از مخلوق منافی رضا از خلق آن نباشد پس طلب دفعِ بلا را معنی مستحسن باشد و جمعے کہ فرق نکردہ اند درمیانِ رضا از فعل و کراہت از مفعول در وجودِ کراہت بعد از حصول رضا در اشکال ماندہ اند و در دفع آن تکلفات نمودہ اند و گفتہ اند کہ وجودِ ہت منفی حالِ رضا است نہ مقامِ رضا ۔ وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُہٗ بِاِلْھَامِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔ **منھا** مدتے آرزوئے آن داشت کہ وجہے پیدا شود وجیہ در مذہبِ حنفی تا در خلف امام قرائۃ فاتحہ نمودہ آید ہرگاہ قرأت در نماز فرض باشد از قرأت حقیقی عدول نمودہ بقرأتِ حکمی قرار دادن معقول نمی شد با آنکہ در حدیث نبوی آمدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اما بواسطۂ رعایتِ مذہب بے اختیار ترک قرأت میکرد ۔ واین ترک را از قبیل ریاضت و مجاہدہ می شمرد آخر الامر حضرتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ببرکت رعایتِ مذہب کہ نقل از مذہب الحاد است حقیقتِ مذہب حنفی در ترکِ قرأت ماموم ظاہر ساخت و قرأتِ حکمی از قرأتِ حقیقی در نظر بصیرت

زیباتر نمود کہ امام و ماموم ہمہ باتفاق در مقامِ مناجات می ایستند لِاَنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ وامام را درین امر پیشوائے سازند۔ پس امام ہر چہ می خواند گوئیا در زبانِ قوم می خواند در رنگِ آنکہ جماعہ پیشِ پادشاہِ عظیم الشان بحاجتے روند و یکے را پیشوا سازند تا از زبانِ ہمہ ایشان عرضِ حاجت نماید برین تقدیر اگر دیگران نیز باوجودِ تکلم پیشوا در تکلم آیند داخلِ سُوءِ ادب است و موجبِ عدم رضائے پادشاہ پس تکلم حکمی این جماعہ کہ بزبان پیشوا ادا می یابد بہتر است از تکلم حکمی ایشان ہم چنین است حال قرأتِ قوم باوجودِ قرأت امام کہ داخل شغب است و از ادب مستبعد و موجبِ تفرق کہ منافی اجتماع است و اکثر مسائلِ خلافی میانِ حنفی و شافعی ازین قبیل است کہ ظاہر و صورت مرجح بجانب شافعی است و باطن و حقیقت مؤید مذہبِ حنفی و برین فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیاتِ کلامِ حق بجانبِ حنفی است تکوین را از صفاتِ حقیقیہ میداند ہر چند بظاہر رجوع بقدرت و ارادت مینماید لیکن بدقّت نظر و نورِ فراست معلوم میگردد کہ تکوین صفتِ علاحدہ است علی ھذا القیاس و در خلافیاتِ فقہی در اکثر مسائل حق بجانبِ حنفی متیقن است و در اقل متردّد و این فقیر را در توسطِ احوال حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات و التسلیمات در واقعہ فرمودہ بودند کہ تو از مجتہدانِ علم کلامی از ان وقت در ہر مسئلہ از مسائل کلامیہ این فقیر را رائے خاص است و علم مخصوص در اکثر مسائل خلافیہ کہ ماتریدیہ و اشاعرہ در انجا متنازع اند در ابتدائے ظہور آن مسئلہ حقیقت بجانب اشاعرہ مفہوم میگردد چون بنورِ فراست حدّتِ نظر نمودہ می آید واضح می گردد کہ حق بجانب ماتریدیہ است در جمیع مسائل خلافیہ کلامیہ رائے این فقیر موافق آرائے علمائے ماتریدیہ است والحق کہ این بزرگواران را بواسطہ متابعت سنت سَنِیّہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ شانِ عظیم است کہ مخالفانِ ایشان را بواسطۂ خَلطِ فلسفیات آن شان میسر نیست اگر چہ ہر دو فریق از اہل حق اند علو شانِ امام بزرگ ترین این بزرگواران امام اجلّ پیشوائے اکمل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ چہ نویسد کہ اَعلم و اَورع و اَتقائے مجتہدین است چہ شافعیؒ و مالکؒ و چہ

احمد حنبلؒ۔ امام شافعی میفرماید اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ منقول است که امام شافعی چون بزیارتِ قبر امام اعظم میرفت ترکِ اجتهادِ خود می کرد و برائے خود عمل نمی نمود و می گفت که شرم می آید که در حضور ایشان عمل برائے خود بکنم که مخالفِ رائے ایشان باشد ترکِ قرأت فاتحه خلف الامام می نمود و قنوت در فجر نمی خواند آرے بزرگی شانِ ابی حنیفه را شافعی داند فردا که حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیه الصلوة والسلام نزول فرماید بمذهب ابی حنیفه عمل خواهد کرد چنانکه خواجه محمد پارسا قدس سرہٗ در فصول سته میفرماید و همین بزرگی ایشان را کافی است که پیغمبر اولی العزم بمذهبِ او عمل نماید صد بزرگی دیگر را باین بزرگی عدیل نمی توان یافت حضرت خواجهؒ ما میفرمودند قدس سرہٗ که چندگاه من هم خلفِ امام قرأتِ فاتحه می نمودم آخر الامر شبے امام اعظم را در خواب دیدم که قصیدهٔ غرّا در مدح خود میخواندو این مضمون مستفاد می گردد که چندین اولیاء در مذهبِ من بوده اند از ان وقت ترکِ قرأتِ فاتحه خلفِ امام نمودم۔

منها گاه باشد که کاملے ناقصے را اجازتِ تعلیم طریقت میکند در ضمن اجتماع مریدان آن ناقص کار آن ناقص با تمام می رسد حضرتِ خواجه نقشبندؒ مولانا یعقوب چرخی علیه الرحمة را پیش از وصول بدرجهٔ کمال اجازتِ تعلیم طریقت فرموده بودند و گفته بودند که اے یعقوب آنچه از من بتو رسیده است بمردم برسان و کارِ مولانا بعد از ان در خدمتِ خواجه علاؤالدین عطار قدس سرہٗ سرانجام یافت لهذا خدمتِ مولانا عبد الرحمٰن جامی در نفحات مولانا را اوّل از مریدانِ خواجه علاؤالدین عطار می شمرد و ثانیاً بخواجه نقشبندؒ نسبت می کند و ازین قبیل است کاملے مرید را که استعدادِ یک درجه از درجات ولایت دارد و بعد از حصولِ آن درجه آن مرید را اجازتِ تعلیمِ طریقت میکند و آن مرید من وجه کامل است و من وجه ناقص و هم چنین است حال مریدیکه استعدادِ دو درجه یا سه درجه از درجاتِ ولایت دارد من وجه کاملست و من وجه ناقص چه پیش از رسیدن بنهایت النهایت همه درجات از یک وجه کمال دارد و از یک وجه دیگر نقص مع ذلک شیخ کامل او را بعد از حصولِ مرتبهٔ استعدادیِ او اجازتِ تعلیم طریقت میکند پس اجازت

موقوف بر کمال مطلق نشد باید دانست کہ نقص ہر چند منافی اجازت است اما چون کامل مکمل ناقص را نائبِ خودمی سازد و دستِ اورا دستِ خودمی داند ضررِ نقصِ تعدّ ی نمی نماید وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا **منها** یادداشت عبارت از دوامِ حضورِ حضرتِ ذاتست تعالٰی و تقدس واین معنی گاہ است کہ مرارباب قلوب را نیز متخیل شود بواسطۂ جامعیتِ قلب زیرا کہ ہر چہ در کلیتِ انسان است در قلب تنہا نیز ثابت است ہر چند فرقِ اجمال و تفصیل ست پس در مرتبۂ قلب نیز حضور ذاتِ تعالٰی و تقدس بر سبیل دوام میسر شود اما این معنی صورتِ یادداشت است نہ حقیقتِ یادداشت واندراج نہایت در بدایت تواند بود کہ باین کہ صورت یادداشت ست اشارت فرمودہ باشند و حصولِ حقیقتِ یادداشت بعد از تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب است لیکن اگر مراد از حضرتِ ذات مرتبۂ وجوب داشتہ شود کہ ذات دران مرتبۂ جامع صفات وجوبیہ است پس حصولِ یادداشت بمجرد رسیدن بشہودِ این مرتبہ این مرتبہ بعد از طے جمیع مراتبِ امکانی صورت می بندد و در تجلیاتِ صفاتی نیز این معنی متحقق می شود کہ ملاحظۂ صفات درین تقدیر منافی حضور حضرت ذات تعالٰی نیست واگر مراد از حضرت ذات تعالٰی مرتبۂ احدیت مجردہ داشتہ شود کہ معرّا است از اسماء و صفات ونسب و اعتبارات پس حصولِ یادداشت بعد از طے جمیع مراتبِ اسمائی و صفاتی ونسبی و اعتباری متصور شود واین فقیر ہر جا کہ بیان کردہ است یادداشت را بمعنیٔ آخر فرود آوردہ ہر چند اطلاق حضور دران مرتبہ ملائم نیست کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ چہ او از حضور و غیبت بلند است اطلاق حضور را ملاحظۂ صفتے از صفات درکار است آنچہ مناسب لفظِ حضور است تفسیر یادداشت بمعنیٔ ثانی ست و برین تقدیر یادداشت را نہایت گفتن باعتبارِ شہود و حضورست کہ فوقِ این مرتبۂ شہود و حضور را گنجائش نیست یا حیرت ست یا جہل یا معرفت نہ آن معرفت کہ تو آنرا معرفت دانی کہ آن معرفتِ تو معرفتِ افعالی است و صفاتی واین مقام فوقِ معرفتِ اسماء و صفات ست بچندین مراحل وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَطْھَرِ **منها** تمامی این طریق ووصول

بنہایۃ النہایت مربوط بلکہ مقاماتِ عشرہ مشہور است کہ اوّلش توبہ است و آخرش رضا ہیچ مقامے در مراتب کمال فوقِ مقامِ رضا متصور نیست حتّٰی کہ رویتِ اُخروی نیز و حقیقتِ مقامِ رضا کما ینبغی در آخرت ظہور خواہد یافت و حصول مقامات دیگر در آخرت متصور نیست توبہ آنجا معنی ندارد و زُہد گنجائش ندارد و توکل صورت نہ بندد و صبر احتمال ندارد آرے شکر ہر چند درانجا متحقق است اما آن شکر از شعبِ رضا ست نہ امر مُباین از رضا اگر پرسند کہ در کامل و مکمل گاہ ہست کہ رغبتے در دنیا مفہوم می گردد و منافی توکل چیز ہا دیدہ می شود و بیطاقتی کہ منافی صبر است مشہود می گردد و کراہت کہ ضدِّ رضا است یافتہ میشود وجہ آن چہ باشد در جواب گوئیم کہ حصول این مقامات مخصوص بہ قلب و رُوح است و نسبت باخص خواص این مقامات در نفسِ مطمئنہ نیز حصولے می یابد اما قالب ازین معنی خالی و بے نصیب است ہر چند از سَورت و شدّت میماند۔ شخصے از شبلی پرسید کہ تو دعویٰ محبت می کنی و این فربہی تو منافیِ محبت است شبلی در جوابِ او این شعر خواند ۔ اَحَبَّ قَلْبِیْ وَمَادَرٰی بَدَنِیْ وَلَوْ دَرٰی مَا اَقَامَ فِی السِّمَنِ پس منافیِ آن مقامات اگر در قالبِ کاملے ظہور کند ضرر ندارد در حصول آن مقامات نسبت بباطنِ آن بزرگ و در غیر کامل نقائص آن مقامات در کلیت ظہور میکند بباطن و ظاہر راغبِ دنیا میگردد و منافی توکل صورت و حقیقتِ او را شامل می شود و بقلب و قالب بیطاقتی و اضطرار ظہور می نماید و بروح و بدن کراہت ظاہر می گردد و ہمین چیز ہا است کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ قبابِ اولیائے خود ساختہ است و اکثر مردم را از کمالات این بزرگواران محروم داشتہ و در ابقائے آن چیز ہا در اولیاء حکمتے است غامض و آن عدم امتیازِ حق ست از باطل کہ از لوازم این دار است کہ محل ابتلا است و حکمتِ دیگر در ابقائے این اشیاء در اولیاء اگر چہ بحسبِ صورت باشد ترقیٔ اینہا نست اگر این اشیاء از اولیاء بالکل مرفوع شود راہِ ترقی مسدود می گردد و در رنگ مَلَک محبوس می مانند و السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَ الْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا منها الٰہی چیست اینکہ اولیائے خود را

کردی کہ باطن ایشان زُلالِ خضر است ہر کہ قطرۂ ازان چشید حیاتِ ابدی یافت وظاہر ایشان سَم قاتل ہر کہ بآن نگریست بموتِ ابدی گرفتار آمد ایشانند کہ باطن ایشان رحمت ست وظاہر ایشان زحمت باطن بینِ ایشان از ایشان است وظاہر بینِ ایشان از بدکیشان بصورت جونما اندو بحقیقت گندم بخش بظاہر از عوام بشر اندو بباطن از خواصِ مَلَک بصورت بر زمین اند و بمعنی بر فلک جلیسِ ایشان از شقاوت رستہ است وانیس ایشان بسعادت پیوستہ اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منھا حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اولیاء اللّٰہ برنہجے مستور ساختہ است کہ ظاہر ایشان از کمالاتِ باطن ایشان خبر ندارد فکیف ما عادائے ایشان باطن ایشان رانسبتے کہ بمرتبۂ بیچونی وبیچگونی حاصل گشتہ است نیز بیچونست وباطن ایشان چون لہٗ عالم امر است نیز نصیبے از بیچونی دارد وظاہر کہ سراسر چونست حقیقتِ آنراچہ دریابد بلکہ نزدیک است کہ از نفس حصول آن نسبت انکار نماید بِغَایَۃِ الْجَھْلِ وَعَدَمِ الْمُنَاسَبَۃِ وتواند بود کہ نفس حصول نسبت زا داند اما نداند کہ متعلق آن کیست بلکہ بسا است کہ نفی متعلق حقیقی او نماید وَکُلُّ ذٰلِکَ لِعُلُوِّ تِلْکَ النِّسْبَۃِ وَدُنُوِّ الظَّاھِرِ وباطن خود مغلوب آن نسبت ست واز دید و دانش رفتہ است چہ داند کہ چہ دارد وبکہ دارد پس ناچار غیر از عجز از معرفت بمعرفت راہ نہ باشد لہذا صدیق اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرمود اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ نفس ادراک عبارت از نسبتِ خاصہ است کہ عجز از ادراک آن لازم است لِاَنَّ صَاحِبَ الْاِدْرَاکِ مَغْلُوْبٌ لَا یَعْلَمُ اِدْرَاکَہٗ وَغَیْرُہٗ لَا یَعْلَمُ حَالَہٗ کَمَا مَرَّ منھا شخصے بود در لباسِ صوفیان کہ ببدعتِ اعتقادی مبتلا بود این فقیر درحق او تردد داشت اتفاقاً می بینم کہ انبیاء صَلَوٰاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُہٗ عَلَیْھِمْ بِاَجْمَعِھِمْ جمع اند وہمہ بزبانِ واحد می فرمایند درحق آن شخص کہ لَیْسَ مِنَّا درین اثنا بخاطر رسید کہ از شخصے دیگر کہ فقیر درحق او متردد بود استفسار نماید در مادہ او فرمودند کَانَ مِنَّا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ وَمِنْ

طَعْنِ اَنْبِیَائِهِ الْاَمْجَادِ **منها** برین فقیر ظاہر ساختند کہ لفظ قُرب و مَعیت و احاطۂ حق سبحانہٗ که در قرآن مجید واقع شده است از جملهٔ متشابهات قرآنی است در رنگِ یَد و وَجه و هم چنین است لفظ اوّل و آخر و ظاهر و باطن و امثالِ آنها پس حق سبحانہٗ و تعالیٰ را قریب گوئیم اما معنیٔ قرب ندانیم که چیست و هم چنین اوّل گوئیم اما ندانیم که مراد از اوّل چه باشد و معنیٔ قرب و اولیت که در حیطۂ علم و فہمِ ما در آید حق سبحانہٗ و تعالیٰ ازان منزّه و برتر است و آنچه در کشف و شهودِ ما گنجد او تعالیٰ ازان متعالی و پاک است و قرب و معیتِ او تعالیٰ که بعضے از متصوّفه بطریقِ کشف دریافته اند و بآن معنی کشفی حق را سبحانہٗ قریب و مَعَ میدانند مستحسن نیست قدمے در مذہب مجسمه دارد و آنچه بعضے از علماء در تاویلِ آن گفته اند و از قرب، قربِ علمی مراد داشته اند در رنگِ تاویلِ یَد است بقدرت و وَجه است بذات و مجوز است نزدیک مجوزانِ تاویل و ما تجویزِ تاویل نمی کنیم و تاویلِ آنرا بعلم حق سبحانہٗ حواله می نمائیم۔ اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی **منها** این فقیر نمازِ وتر را گاہے در اوّل شب ادا می کرد و گاہے بآخرِ شب میگزاشت در شبے از شبہا نمودند که در صورتِ آخیر ادائے نمازِ وتر چون مُصلّی بخواب رود و نیت دارد که در آخرِ شب وتر را ادا خواهد نمود کتبۂ اعمالِ حَسَنات او تمام شب حَسَنات را بنامِ او می نویسند تا زمانیکه وتر را ادا نماید پس هر چند وتر را بتاخیر ادا نماید بهتر باشد مَعَ ذٰلِکَ این فقیر را در تعجیل و تاخیرِ وتر غیر از متابعتِ سیّد البشر علیه و آله الصلوات والتسلیمات هیچ چیز منظور نیست و هیچ فضیلت را بمتابعت عدیل نمی اندازد و حضرت رسالت وتر را و تر را گاہے اوّل شب ادا فرموده اند و گاہے آخرِ شب سعادتِ خود را دران می داند که در امرے از امورِ از تشبه بآن سرور نماید علیه و آله الصلوة والسلام اگرچه آن تشبه بحسب صورت باشد۔ مردم در بعضے سنن نیتِ احیائے لیل و مثل آن را دخل می دهند عجب می آید از کوتاه اندیشی ایشان هزار احیائے لیالی را به نیم جو نخریم۔ عشرهٔ آخیر ماه رمضان را اعتکاف نشستیم یاران را جمع کرده گفتیم که غیر از متابعت نیتِ دیگر نکنید که تبتّل و انقطاع ما چه خواهد بود صد گرفتاری را بحصولِ یک

متابعت قبول داریم اما هزار تجمل و انقطاع را بے توسلِ متابعت قبول نداریم ؎ آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغست از باغ و بوستان وتماشائے لالہ زار رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَمَالَ مُتَابَعَتِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا **منھا** وقتے از اوقات با جمعے از درویشان نشستہ بودیم این فقیر از محبتِ خود کہ نسبت بغلامانِ آنسرور داشتہ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ چنین گفت کہ محبتِ آن سرور بر نہجے مستولے شدہ است کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را بواسطۂ آن دوست می دارم کہ ربِّ محمد (علیہ وسلم) است حاضران ازین سخن در تحیّر ماندند اما مجالِ مخالفت نداشتند این سخن نقیضِ سخن رابعہؒ است کہ گفتۂ آن سرور را در خواب گفتم کہ محبتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بر نہجے استیلا یافتہ است کہ محبتِ شمارا جا نماندہ است این ہر دو سخن ہر چند از سکر خبر مید ہد لمّا سخنِ من اصالت دارد او در عینِ سخن سکر گفتہ و من در ابتدائے صحو و سخن او در مرتبۂ صفاتست و سخن من بعد از رجوع از مرتبۂ ذات زیرا کہ در مرتبۂ ذات تعالیٰ این قسم محبت را گنجائش نیست جمیع نسب را از ان مرتبہ کوتہی است آنجا ہمہ حیرت است یا جہل بلکہ بذوق نفی محبت دران مرتبہ می کند ہیچ وجہے خود را شایانِ محبت او نمی داند محبت و معرفت در صفات ست و بس محبتِ ذاتی کہ گفتہ اند مراد از ان ذاتِ احدیّت نیست بلکہ ذات با بعضے از اعتبارات ذات است پس محبتِ رابعہؒ در مرتبۂ صفات است وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَر

منھا شرافتِ علم باندازۂ شرف و مرتبۂ معلوم ست معلوم ہر چند شریف تر علمِ آن عالی تر پس علمِ باطن کہ صوفیہ بآن ممتاز اند اشرف باشد از علمِ ظاہر کہ نصیبِ علمائے ظواہر ست بر قیاسِ شرافت علمِ ظاہر بر علمِ حجامت وحیاکت پس رعایتِ آدابِ پیر کہ علمِ باطن را از و اخذ کنند باضعاف زیادہ باشد از رعایتِ آدابِ استاد کہ علمِ ظاہر از و استفادہ نمایند و ہم چنین رعایتِ آدابِ استادِ علمِ ظاہر باضعاف زیادہ است از رعایت آدابِ حجام و حائک و ہمین تفاوت در اصنافِ علوم ظاہری جاریست استادِ علم کلام و فقہ اولیٰ و اَقدم است از استادِ علم نحو و

صرف و استادِ نحو و صرف اولیٰ است از استادِ علومِ فلسفی با آنکہ علوم فلسفی داخل علوم معتبرہ نیست اکثر مسائل آن لاطائل است و بے حاصل واقل مسائل آن کہ از کتبِ اسلامیہ اخذ نمودہ اند و تصرفات دران کردہ از جہل مرکب خالی نیستند کہ عقل را دران موطن مجال نیست طور نبوت وراء طور عقل نظریست باید دانست کہ حقوقِ پیر فوقِ حقوقِ سائر اربابِ حقوق ست بلکہ نسبت ندارد حقوقِ پیر بحقوقِ دیگران بعد از انعاماتِ حضرت حق سبحانہٗ و احساناتِ رسولِ او عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ بلکہ پیرِ حقیقی ہمہ رسول اللّٰہ است صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ولادتِ صوری ہر چند از والدین است اما ولادتِ معنوی مخصوص بہ پیر است ولادتِ صوری را حیاتِ چند روزہ است و ولادتِ معنوی را حیاتِ ابدی است نجاساتِ معنویہ مرید را پیر ست کہ بقلب و روحِ خود کناسی مینماید و تطہیر اشکبہٗ او میفرماید در توجہات کہ نسبت بہ بعضے مسترشدان واقع می شود محسوس می گردد کہ در تطہیر نجاساتِ باطنۂ ایشان تلوثے بصاحبِ توجہ نیز میدود و تا زمانے مکدّر می دارد پیر ست کہ بتوسلِ او بخدامی رسند عزّ و جل کہ فوق جمیع سعاداتِ دنیویہ و اخرویہ است پیر است کہ بوسیلۂ او نفسِ امارہ کہ بالذات خبیث ست مزکّیٰ و مطہر میگردد و از امّارگی باطمینان میرسد و از کفر جبلی باسلامِ حقیقی می آید ؏ گر بگویم شرح این بے حد شود۔ پس سعادتِ خود را در قبولِ پیر باید دانست و شقاوتِ خود را در ردِّ او نَعُوْذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ رضائے حق سبحانہٗ را در پس پردہ رضائے پیر ماندہ اند تا مرید در مراضی پیر خود را گم نسازد و بمرضیاتِ حق سبحانہٗ نرسد آفتِ مرید در آزارِ پیر ست ہر زلتے کہ بعدِ آن باشد تدارکِ آن ممکن است لیکن آزارِ پیر را ہیچ چیز تدارک نمی تواند نمود آزارِ پیر بیخ شقاوت است مر مرید را عِیَاذًا بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ خللے در معتقداتِ اسلامیہ و فتورے در اتیانِ احکامِ شرعیہ از نتائج و ثمرات آنست از احوال و مواجید کہ بباطن تعلق دارد خود چہ گوید و اثرے از احوال اگر باوجودِ آزارِ پیر باقی ماند از استدراج باید شمرد کہ آخر بخرابی خواہد کشید و غیر از ضرر نتیجہ نخواہد داد وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی منھا قلب

از عالم امر است او را بعالم خلق تعلق و تعشق داده بعالم خلق فرود آورده اند و بمضغہ کہ در جانب چپ است تعلق خاص بخشیدہ اند در رنگ آنکہ پادشاہ را بکنّاس تعشق پیدا شود و بسبب آن در منزل کنّاس نزول نماید و رُوح کہ الطف از قلب است از اصحاب یمین است و لطائف ثلاثہ کہ فوق لطیفہ رُوح اند بشرفِ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا مشرف اند ہر چند لطیف تر بوسط مناسب تر الا اَنَّ السِّرَّ وَ الْخَفِیَّ عَلٰی طَرَفَیِ الْاَخْفٰی اَحَدُهُمَا عَلَی الْیَمِیْنِ وَالْاٰخَرُ عَلَی الشِّمَالِ ونفس مجاور حواس است تعلق بدماغ دارد و ترقی قلب منوط است بوصولِ او در مقامِ رُوح و بمقام ما فوق روح و ہم چنین ترقی رُوح و ما فوق او مربوط است بوصولِ آنہا مقامات فوقانی لیکن این وصول در ابتدا بطریقِ احوال است و در انتہا بطریقِ مقام و ترقی نفس برسیدنِ اوست در مقام قلب بطریق احوال در ابتدا و بطریق مقام در انتہا و در آخر کار این لطائفِ ستہ بمقامِ اخفیٰ میرسند و ہمہ باتفاق قصدِ طیران عالم قدس می نمایند و لطیفہ قالب را خالی و تہی میگزارند لمّا این طیران نیز در ابتدا بطریق احوال است و در انتہا بطریقِ مقام وح یَحْصُلُ الْفَنَاءُ و موتے کہ پیش از موت گفتہ اند عبارت ازین جدائی لطائف ستہ است از لطیفہٴ قالب و سرِّ بقائے حس و حرکت در قالب بعد از مفارقت ایںہا در جاہائے دیگر بیان کردہ شدہ است از انجا باید طلبید این ورق گنجائش تفصیل ندارد و باشارہ و رموز سخن میرود و لازم نیست کہ جمیع لطائف در مقامے جمع شوند و از انجا طیران نمایند گاہ باشد کہ قلب و روح ہر دو باتفاق این کار کنند و گاہے ہر سہ و گاہے ہر چہار و آنچہ اوّل مذکور شد اتم و اکمل است و مخصوص ست بولایت محمدی علیہ و علی الہ الصلوات و التسلیمات و ما عدائے او قسمے از اقسامِ ولایت است و چون آن لطائفِ ستہ بعد از مفارقت از قالب و وصول بمقام قُدس و تلوّن بصبغ آن اگر بقالب باز رجوع نمایند و تعلق پیدا کنند سوائے تعلق حبی و حکمِ قالب گیرند و بعد از امتزاج یک قسم فنائے پیدا کنند و حکم میت بگیرند درین وقت بتجلی خاص متجلی گردند و از سر حیات پیدا کنند و بمقام بقاباللہ متحقق شوند و متخلق باخلاق اللہ گردند درین وقت

اگر آن خلعت را بخشیدہ بعالم باز گردانند معاملہ از دُنو بعد تدلّی خواہد انجامید و مقدمہ تکمیل پیدا خواہد شد و اگر بعالم باز نہ گردانند و تدلی بعد دُنو حاصل نشود از اولیائے عزلت خواہد بود و تربیت طالبان و تکمیلِ ناقصان از دستِ او نخواہد آمد اینست حدیثِ بدایت و نہایت بطریق رمز و اشارہ اَمّا فہمیدنِ آن بغیر قطع این منازل محال است وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَ الْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ **منها** حضرت حق سبحانہٗ و تعالٰی از ازل تا ابد بیک کلام متکلم ست آن کلام متبعّض و متجزّی نیست چہ سکوت و خرس در حق او تعالٰی محال است۔ چہ عجب ہر گاہ از ازل تا ابد در انجا آنِ واحد باشد اِذْ لَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ سُبْحَانَهٗ زَمَانٌ درانِ واحد غیر از کلام واحد بسیط چہ بوقوع آید و آن کلام واحد منشاء چندین اقسام کلام گشتہ است باعتبارِ تعددِ تعلقات مثلاً اگر بماموری تعلق گرفتہ است امر ناشی شدہ و اگر بمنہی نہی نام یافتہ و اگر باخبار خبر پیدا گشتہ غَایَةُ مَا فِی الْبَابِ اخبار از ماضی و استقبال جمعے را در اشکال می اندازد و از تقدم و تاخر دال بتقدم و تاخر مدلول می برد وَ لَا اِشْکَالَ زیرا کہ ماضی و استقبال از صفاتِ مخصوصہ و دال است کہ باعتبارِ انبساطِ آن آن پیدا شدہ است و در مرتبۂ مدلول چون آن آن بحالِ خود است و ہیچ انبساطے پیدا نکردہ است ماضی و استقبال را گنجایش نیست اَربابِ معقول گفتہ اند کہ ماہیّتِ واحدہ را باعتبارِ وجودِ خارجی لوازم علیحدہ است و اعتبارِ وجودِ ذہنی صفات جدا ہر گاہ در شے واحد تباینِ صفات و لوازم باعتبار تغایرِ وجود و ہویّت جائز باشد در دال و مدلول کہ فی الحقیقت از یک دیگر جدا اند بطریقِ اولیٰ مجوّز باشد و آنکہ گفتہ شد کہ از ازل تا ابد آنِ واحد ست از تنگی عبارت است و اِلاّ آن نیز آنجا گنجایش ندارد و آن ہم در رنگِ زمان اینجا ثقیل است باید دانست ممکن کہ در مقاماتِ قربِ الٰہی جلّ سلطانہٗ پا از دائرۂ امکان بیرون می نہد اَزل و اَبد را متحد می یابد حضرت رسالت خاتمیت عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ وَ التَّحِیَّةُ در شبِ معراج در مقاماتِ عروج یونس را در بطنِ ماہی یافت و طوفانِ حضرتِ نوح موجود بود علیہم الصلوۃ والسلام و اہل بہشت را در

بہشت دید و دوزخیان را در دوزخ و بعد از پانصد سال کہ نصف یوم است از زمانِ دخول بہشت عبدالرحمٰن بن عوف کہ از اغنیائے صحابہ است علیہم الرضوان در بہشت درآمد وحضرت پیغمبر از دیر آمدن او پرسیدند او از عقباتِ خود خبر داد و این ہمہ در رنگِ آنِ مشہود گشت ماضی واستقبال را گنجایش نبود و این حقیر را نیز در بعضے از اوقات بصدقۂ حبیب اللّٰہ علیہ الصلوۃ والسلام این حالت پیدا شدہ بود ملائک را در عینِ سجود یافت کہ بحضرت آدم میکردند و ہنوز سراز سجدہ نہ برداشتہ بودند وملائکِ علّیین را ازین ساجدان جدا دید کہ بسجدہ مامور نگشتہ اند و در شہودِ خود مستہلک و مستغرق اند و احوالے کہ در آخرت موعود اند در ہمان آنِ مشہود گشتند وچون مدّتے برین واقعہ گزشتہ بود تفصیلِ احوالِ آخرت نہ کرد کہ بر حافظۂ خود اعتماد نداشت لیکن باید فہمید کہ این حالت مر جسدِ پیغمبر و رُوحِ ایشان را شدہ بود و مشہودِ بصر و بصیرت و دیگران را کہ طفیلی اند اگر این حالت بطریق تبعیت دست دہد مقصود بر روح است ومخصوص بہ بصیرت ؎ در قافلۂ کہ اوست دانم نرسم این بسکہ رسد زدور بانگِ جرسم ۔ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا منھا تکوین یکے از صفاتِ حقیقیۂ واجب الوجود است تعالیٰ وتقدس اشاعرہ تکوین را از صفاتِ اضافیہ می دانند وقدرت وارادت را در ایجادِ عالم کافی می انگارند لمّا حق آنست کہ تکوین صفتِ حقیقیہ علیحدہ است ماورائے قدرت و ارادت بیانش آنکہ قدرت بمعنیٔ صحتِ فعل وترک است وارادت تخصیص یکے ازین دو طرفِ قدرت ست کہ فعل وترک باشد پس رتبۂ قدرت مقدّم شد بر رتبۂ ارادت وتکوینے کہ ماورا ازصفاتِ حقیقیہ میدانیم رتبۂ او بعد از رتبۂ قدرت وارادت است کارِ آن صفت ایجادِ آن طرف مخصّص ست پس قدرت مصحّح فعل است وارادت مخصّص آن وتکوین موجِدِ آن پس از تکوین چارہ نبود مثل آن مثل استطاعتِ مع الفعل ست کہ علمائے اہل سنت آنرا در عباد اثبات کردہ اند وشک نیست کہ این استطاعت بعد از ثبوتِ قدرت است بلکہ بعد از تعلقِ ارادت و تحققِ ایجاد مربوط باین استطاعت است بلکہ آن استطاعت موجبِ فعل است وطرفِ

ترک آنجا مفقود است و حالِ صفتِ تکوین ہمین است کہ ایجاد باو بطریق ایجاب است لمّا
این ایجاب در واجب تعالیٰ ضرر نمی کند کہ ثبوتِ آن بعد از تحقق قدرت است کہ بمعنی صحت فعل
و ترک است و بعد از تخصیص ارادت بخلاف آنچہ حکمائے فلسفہ گفتہ اند و شرطیۂ اُولیٰ را واجب
الصدق گمان کردہ اند و شرطیۂ ثانیہ را ممتنع الصدق و نفی ارادت نمودہ اند صریح در ایجاب ست
تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا و ایجابے کہ بعد از تعلقِ ارادت و تخصیصِ
احد المقدورین پیدا شود مستلزم اختیار ست و موکدِ آن نہ نفی اختیار و کشفِ صاحبِ فتوحات نیز
موافقِ رائے حکما واقع شدہ است در قدرت شرطیۂ اُولیٰ را واجب الصدق میداند و ثانی را
ممتنع الصدق و این قول بایجاب است ارادت بیکار می افتد کہ تخصیص اَحدَ المتساوِیَین اینجا
منتفی است و اگر در تکوین این معنی را اثبات کنند گنجایش دارد کہ از شائبۂ ایجاب مبرّ است این
فرق تدقیقی است کہ بہ بیان آن کم کسی سبقت کردہ است علمائے ماتریدیہ ہر چند این صفت را
اثبات کردہ اند لمّا باین حدتِ نظر پے نبردہ اند اتباعِ سنتِ سَنِیّہ مصطفویہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ درمیان سائر متکلمین ایشان را باین معرفت ممتاز ساختہ است
و این حقیر از خوشہ چینانِ این اکابر ست ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى مُعْتَقَدَاتِهِمُ الْحَقَّةِ
بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا
وَاَكْمَلُهَا **منها** رویتِ خداوند عزّ وجلّ در آخرت مر مومنان را حق است این مسئلہ است
کہ غیر از اہل سنت و جماعت ہیچ کس از فرقِ اسلامیین و حکمائے فلاسفہ بجوازِ آن قائل نیست
باعثِ انکارِ ایشان قیاس غائب است بر شاہد و آن فاسد است مرئی ہرگاہ بیچون و بیچگون باشد
رویتے کہ باو تعلق گیرد نیز بیچون خواہد بود ایمان باو باید آورد و اشتغال بکیفیتِ او نباید کرد این
سرّ را امروز بر خواص اولیاء ظاہر ساختہ اند ہر چند رویت نیست لمّا بے رویت نیست کَاَنَّكَ
تَرَاهُ فردا ہمہ مومنان حق سبحانہٗ و تعالیٰ را خواہند دید بچشم سر اما ہیچ درک نخواہند کرد لَا تُدْرِكُهُ
الْاَبْصَارُ دو چیز خواہند دریافت علم یقینی بآنکہ می بینند و التذاذ یکہ مترتب بر رویت است غیر

این دو چیز از لوازم رویت ہمہ مفقود ست این مسئلہ از اَغمض مسائل کلام است طورِ عقل در اثبات و تصویرِ آن عاجز ست متابعانِ انبیاء از علماء و صوفیہ آنرا بنورِ فراست کہ مُقتبس از انوارِ نبوت است دریافتہ اند و ہم چنین مسائل دیگر از علم کلام کہ عقل در اثبات آنہا عاجز و متحیر است علمائے اہل سنت را نورِ فراست است فقط و صوفیہ را ہم نورِ فراست و ہم کشف و شہود فرق درمیانِ کشف و فراست ہمچون فرق درمیان حدسّیات و حسّیات است فراست نظریات را حدسیات میسازد و کشف حسیات و مسائلے کہ اہل سنت بآنہا قائلند و مخالفانِ ایشان کہ التزام طورِ عقل نمودہ اند از انہا منکر اند۔ ہمہ از ان قبیل اند کہ بنورِ فراست معلوم گشتہ اند و بکشفِ صحیح مشہود شدہ اگر در بیانِ آن مسائل ایضاحے نمودہ آید مقصود از ان تصویر و تنبیہ است نہ اثباتِ آنہا بنظر و دلیل چہ نظر عقل در اثبات و تصویر آنہا کور ست عجب از علمائے کہ درین مسائل خود را در مقامِ استدلال میآرند و می خواہند کہ بدلائل اثبات کنند و بت مخالفان حجت تمام کنند این میسر نمی شود و با تمام نیز نمی رسد مخالفان خیال می کنند کہ مسائل ایشان نیز در رنگِ استدلالاتِ ایشان مزیّف و نا تمام اند مثلاً علمائے اہل سنت استطاعت مع الفعل اثبات کردہ اند این مسئلہ از مسائلِ حقّہ است کہ بنورِ فراست و کشفِ صحیح معلوم گشتہ است اما دلائل کہ بر اثبات او آوردہ اند مزیّف و نا تمام است اقوائے اَدِلّہٗ ایشان بر اثباتِ آن مسئلہ عدمِ بقائے اَعراض است در دو زمان چہ اگر عرض باقی باشد لازم آید قیامِ عرض بعرض و آن محال است و چون این دلیل را مخالفان مزیف و نا تمام دانستہ اند یقین کردہ اند کہ آن مسئلہ نیز نا تمام است ندانستہ اند کہ مقتدائے ایشان درین مسئلہ و در امثال این مسئلہ نورِ فراست است کہ مُقتبس از انوارِ نبوت است امّا این تقصیرِ ماست کہ حدسی و بدیہی را در نظر مخالفان نظری می سازیم و بتکلفات در اثباتِ آن میکوشیم غایۃ ما فی الباب حدسی و بدیہی ما بر مخالفان حجت نیست گو نباشد غیر از اعلام و تبلیغ بر ما لازم نساختہ اند ہر کہ حسن نشائے مسلمانی دارد بے اختیار قبول خواہد کرد و ہر کہ بے نصیب است غیر از انکار نخواہد افزود و درمیان علمائے اہل سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام شیخ

ابو منصور ماتریدی چہ زیبا است کہ اقتصار بر مقاصد فرمودہ اند و اعراض از تدقیقاتِ فلسفیہ نمودہ وطریق نظر و استدلال بطریقِ فلسفے درمیانِ علمائے اہل سنت و جماعت از شیخ ابوالحسن اشعری ناشی شدہ است وخواستہ کہ معتقداتِ اہل سنت را باستدلال فلسفی تمام سازد این دشوار است و دلیر ساختن است مر مخالفان را بر طعنِ اکابرِ دین و گزاشتن است طریقِ سَلَف را ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی مُتَابَعَةِ اٰرَاءِ اَهْلِ الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَةِ مِنْ اَنْوَارِ النُّبُوَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا **منها** بحکم کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اظہارِ این نعمت عظمیٰ می نماید کہ این فقیر را یقینے نسبت بمعتقداتِ کلامیہ کہ بر وفقِ آرائے اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت واقع شدہ اند بر نہجے حصول پیوستہ است کہ در جنبِ آن یقینِ یقینی کہ بنسبت بأجلائے بدیہیات ست حکم ظنیات بلکہ وہمیات دارد مثلاً چون موازنہ میکنم یقینی را کہ نسبت بہر یکے از مسائل کلام حاصل ست با یقینی کہ نسبت بوجودِ آفتاب دارم حیف می آید کہ یقین ثانی را نسبت بیقین اوّل اطلاقِ یقین نمودہ آید اربابِ عقول این معنی را قبول کنند یا نہ بلکہ البتہ قبول نکنند کہ این مباحث ورائے طورِ نظرِ عقل است عقلِ ظاہر بین را جز انکار ازین مقام نصیبے نیست حقیقت این معاملہ آنست کہ یقین کار قلب است ویقینی کہ بیکے از مسائلِ کلامیہ قلب را حاصل شدہ است بے توسطِ احدے است کہ بطریق الہام از حضرت وہاب جلّ وعلا بے واسطہ تلقّی نمودہ است واخذ فرمودہ پس یقین اوّل بمثابہ علم الیقین آمد ویقین ثانی بمثابہ عین الیقین شَتَّانَ مَا بَیْنَهُمَا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

منها چون طالب را بمحض فضل خداوندی جلّ سلطانہ ساحتِ سینہ او را از جمیع مُرادات خالی شود وخواستے غیر از حق سبحانہ او را نماند درین وقت آنچہ مقصود از آفرینشِ اوست میسر شدہ باشد وحقیقت بندگی بجا آوردہ بعد ازین اگر خواہند کہ او را برائے تربیتِ ناقصان باز گردانند از نزدِ خود ارادتے او را خواہند عطا فرمودہ اختیارے خواہند داد کہ در تصرفات قولی وفعلی مختار ومجاز باشد در رنگِ عبد ماذون درین مقام کہ مقامِ تخلّق بأخلاق اللہ است صاحب ارادہ ہر چہ خواہد

برائے دیگران خواہد خواست و مصالحِ دیگران منظور خواہد داشت نہ مصالحِ نفسِ خود کَمَا هُوَ حَالُ اِرَادَةِ الْوَاجِبِ تَعَالٰی بَلْ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ولازم نیست بلکہ جائز نیست کہ این صاحب ارادہ ہر چہ خواہد بوقوع آید کہ شرک ست و بندگی آنرا بر نتابد حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ حبیبِ خود را علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام می فرماید اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ہرگاہ ارادت سید البشر در توقف افتد دیگران را چہ مجال و ایضاً لازم نیست کہ جمیع مُرادات این صاحبِ ارادت مرضی حق باشند تعالیٰ و تقدس و اِلّا بر بعضے افعال و اقوال آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام اعتراض از حق سبحانہٗ نازل نمی شد کَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ الخ وعفو ازان گنجایش نداشت کَمَا قَالَ تَعَالٰی عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ چہ عفو در تقصیرات متصور است با آنکہ جمیع مرادات حق جلّ وعلا مرضیاتِ حق سبحانہٗ نیستند کَالْکُفْرِ وَ الْمَعَاصِیْ **منها** امام من درین کار کلام اللہ است و پیر من درین امر قرآن مجید اگر ہدایتِ قرآن نمی بود راہے بجانب عبادتِ معبود بحق نمی کشود درین راہ ہر لطیف و الطف ندائے اَنَا اللّٰهُ میزند و روندہٗ راہ را گرفتار پرستشِ خود می سازد اگر چون است خود را بصورتِ بیچونی وامی نماید و اگر تشبیہ است خود را بہیبتِ تنزیہ جلوہ گری گرداند درینجا اِمکان بوجوب ممتزج است و حدوث بقدم مختلط اگر باطل است بصورت حق ہویدا است و اگر ضلالت است بشکل ہدایت پیدا بیچارہٗ سالک حکم مسافرا عمٰی دارد کہ بہر یکے هٰذَا رَبِّیْ گویان رُوی آرد حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ خود را بِخَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض می ستاید وَرَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِب میفرماید و در وقتِ عروج چون این صفات را بر آلہہٗ متخلیہ عرض نمودہ شد بے اختیار ابا نمودند و رُو بزوال آوردند لاجرم لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ گویان رُو از ہمہ تافت و قبلۂ توجہ جز ذاتِ واجب الوجود نساخت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ **منها** ما چہار کس بودیم در ملازمتِ خواجۂ خود کہ پیش مردم در میان سائر یاران امتیاز داشتیم ہر کدام مارا نسبت بحضرتِ خواجہ اعتقاد علاحدہ بود و معاملہ جدا این فقیر بہ

یقین میدانست کہ مثل این صحبت واجتماع و مانندِ این تربیت وارشاد بعد از زمانِ آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوات و التسلیمات ہرگز بوجود نیامدہ است وشکر این نعمت بجای آورد کہ اگر چہ بشرف صحبتِ خیرالبشر علیہ وعلی الہ الصلوۃ و السلام مشرف نشد بارے از سعادتِ این صحبت محروم نماند وحضرتِ خواجہؒ ما از احوالِ آن سہ دیگر چنین می فرمودند کہ فلانے مرا صاحبِ تکمیل میداند اما صاحبِ ارشاد نمی پندارد ونزدِ او مرتبہ ارشاد زیادہ از تکمیل بودہ و فلانے بما کارے ندارد وآن دیگر رامیفرمودند کہ نسبت بما انکار دارد و ہر کدام مارا باندازۂ اعتقاد بہرہ رسید باید دانست کہ اعتقادِ مرید بافضیلتِ پیر واکملیتِ او از ثمراتِ محبت است واز نتائج مناسبت کہ سبب افادہ واستفادہ است اما باید کہ پیر را بر جماعہ کہ فضل آنہا در شرع مقرر است فضل ندہد کہ موجبِ افراط ست در محبت وآن مذموم است شیعہ را خرابے از افراطِ محبتِ اہل بیت آمدہ ونصاریٰ را از افراطِ محبت حضرتِ عیسیٰ را علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام ابن اللہ خواندہ اند ودر خسارتِ ابدی ماندہ لیکن اگر بر ماسوائے اینہا فضل بدہد مجوز است بلکہ در طریقت واجب واین فضل دادن نہ باختیارِ مرید ست بلکہ اگر مرید مستعد ست بے اختیار در وے این اعتقاد پیدا می گردد وبوسیلۂ آن کمالاتِ پیر را اکتساب می فرماید اگر این فضل دادن باختیارِ مرید باشد وبتکلف پیدا کند مجوز نباشد ونتیجہ نہ بخشد **منہا** درجۂ علیا در نفی واثبات بکلمۂ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ آنست کہ ہر چہ در دید ودانش وکشف وشہود درآید ہر چند تنزیہ صرف وبے کیف محض نماید این ہمہ در تحت لا داخل شود ودر جانبِ اثبات غیر از تکلم بکلمہ مستثنیٰ کہ بمواطاتِ قلب صادر گردد نصیبے نباشد ۔ عنقا شکار کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را۔ وَالسَّلَامُ عَـلٰـی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ **منہا** حقیقت قرآنی وحقیقتِ کعبہٗ ربانی فوقِ حقیقتِ محمدی ست عَـلٰـی مَظْھَرِھَـا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ لہٰذا حقیقتِ قرآنی امامِ حقیقتِ محمدی آمد وحقیقتِ کعبہٗ ربّانی مسجودِ حقیقتِ محمدی گشت معذلک

حقیقتِ کعبہ ربانی فوقِ حقیقتِ قرآنی است آنجا ہمہ بے صفتی و بے رنگیست و شیون و اعتبارات رادران موطن گنجایش نیست تنزیہ و تقدیس رادران حضرت مجال نہ ع آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیان است۔ این معرفتے است کہ ہیچ یکے از اہل اللہ بآن لب نکشادہ است و برمز و اشارت ہم ازان مقولہ سخن نراندہ این درویش را باین معرفت عظمٰی مشرف ساختہ اندو درمیانِ ابنائے جنس ممتاز گردانیدہ کُلُّ ذٰلِکَ بِصَدَقَةِ حَبِیْبِ اللّٰهِ وَبَرَکَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا باید دانست کہ صورتِ کعبہ ہم چنانکہ مسجودِ صُوَرِ اشیاست حقیقتِ کعبہ نیز مسجودِ حقائقِ آن اشیاست۔

وَاَقُوْلُ قَوْلًا عَجَبًا لَمْ یَسْمَعْهُ اَحَدٌ وَمَا اَخْبَرَ بِهٖ مُخْبِرٌ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاِلْهَامِهٖ تَعَالٰی اِیَّایَ بِفَضْلِهٖ وَکَرَمِهٖ آنکہ بعداز ہزار و چند سال اززمانِ رحلت آنسرور علیہ و علی الہ الصلوات و التحیات زمانے می آید کہ حقیقتِ محمدی از مقامِ خود عروج فرماید و بمقامِ حقیقتِ کعبہ متحد گردد این زمان حقیقتِ محمدی حقیقتِ احمدی نام یابد و مظہرِ ذاتِ احد جلّ سلطانہٗ گردد و ہر دو اسم مبارک بمسمّٰی متحقق شود و مقام سابق از حقیقتِ محمدی خالی ماند تا زمانے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام نزول فرماید و عمل بشریعتِ محمدی نماید علیہما الصلوات و التسلیمات و التحیات دران وقت حقیقتِ عیسوی از مقامِ خود عروج فرمودہ بمقامِ حقیقتِ محمدی کہ خالی ماندہ بود استقرار کند منہا اگر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نمے بود راہے بجانب قدس خداوندی جلّ سلطانہٗ کہ مے نمود و نقاب از چہرۂ توحید کہ می کشود و فتح ابواب جنّات کہ می فرمود کوہ کوہ صفات بشریہ باستعمال کلند این لا کندہ می شود و عالم عالم تعلقات ببرکت تکرار این نفی منتفی گردد و نفی آن آلہہ باطلہ را منتفی می سازد و اثبات آن معبود برحق را جلّ شانہٗ مثبت میسازد سالک مدارج امکانی را بمدد او قطع می نماید و عارف بمعارج وجوبی ببرکتِ او ارتقامی فرماید اوست کہ از تجلیاتِ افعال بتجلیاتِ صفات می بردو از تجلیاتِ صفات بتجلیاتِ ذات میرساند۔ تا بجاروب لا نروبی راہ

نرس درسرائے الا اللہ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَ الْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا **منها** خدمت مخدوم شیخ شرف الدین منیری در مکتوبات خود نوشتہ اند کہ معوذتین را در نماز نباید خواند کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ در قرآنیتِ این دو سورہ مخالفِ جمہور است پس در فرض قطعی قرأت آن دو سورہ محسوب نباید کرد و این فقیر ہم نمی خواند تا آنکہ روزی برین فقیر ظاہر ساختند کہ گویا معوذتین حاضر اند و از مخدوم در بابِ منع قرأتِ آنہا در فرض شکایت دارند کہ مارا از قرآن اخراج می نماید از ان زمان منع ممتنع گشتم و شروع در قرأتِ آنہا در فرض نمودم ہر مرتبہ کہ آن دو سورۂ کریمہ را در فرض میخوانم احوالِ عجیبہ مشاہدہ می نمایم والحق کہ چون بعلم شریعت رجوع نمودہ آید منع قرأت آن دو سورہ را در فرض وجہی پیدا نمی شود بلکہ شُبہ انداختن است در قطعیتِ این حکم مجمع علیہ کہ ما بین الدفتین قرآن با آنکہ ضم سورہ از واجبات ست کہ ظنی است پس منع قرأت دو سورہ را اگرچہ ظنی باشند وَلَوْ عَلٰی فَرْضِ الْمُحَالِ ہیچ وجہ نباشد کہ قرأت آنہا بطریق ضم با فاتحہ است فَالْعَجَبُ مِنَ الشَّیْخِ الْمُقْتَدٰی مِثْلُ هٰذَا الْکَلَامِ کُلُّ الْعَجَبِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَرِ **منها** حظ وافر از طریق صوفیہ بلکہ از ملتِ اسلام کسے راست کہ فطرتِ تقلید و جبلت متابعت در وے بیشتر است مدارِ کار اینجا بر تقلید است و مناطِ امر درین موطن بر متابعت تقلیدِ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بدرجاتِ علیا میرساند و متابعت اصفیا بمعارج عظمیٰ می برد وابوبکر رضی اللہ عنہ چون این فطرت را بیشتر داشت بے توقف بسعادتِ تصدیقِ نبوت مسارعت فرمود و رئیسِ صدیقان آمد و ابوجہل لعین چون استعدادِ تقلید و تبعیت کمتر داشت بآن سعادت مستسعد نگشت و پیشوائے ملعونان شد مرید ہر کمال را کہ می یابد از تقلید پیر خود می یابد خطائے پیر بہتر از صوابِ مرید ست ازینجاست کہ ابوبکر طلبِ سہو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام می نماید کہ یَا لَیْتَنِیْ سَهْوُ مُحَمَّدٍ و حضرت پیغمبر در شانِ بلال فرمودہ اند سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰهِ شِیْنٌ کہ بلال عجمی بود و راز ان

اَسْهَدُ میگفت بسین مہملہ ونزدِ خدائے عز وجل وعلا اَسْهَدِ او اَشْهَدُ است پس خطائے بلال بہتر از صواب دیگران باشد ع براشہد تو خندہ زند اسہد بلال۔ از عزیزے شنیدہ ام کہ میگفت بعضے از اَدعیہ کہ از مشائخ منقول است واتفاقاً آن مشائخ در بعضے آن اَدعیہ خطا کردہ اند ومحرف خواندہ اگر متابعان ایشان آن ادعیہ را ہمان صرافت کہ مشائخ خواندہ اند بخوانند تاثیری بخشد واگر درست کردہ بخوانند از تاثیر خالی می مانند ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی تَقْلِيْدِ اَنْبِيَائِهٖ وَمُتَابَعَةِ اَوْلِيَائِهٖ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَعَلٰی جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰی مُتَابِعِهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔ **منها** محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المرسلین است علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات فکیف سائر بشر و حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما الصلوات والتسلیمات والتحیات اگرچہ از مقام تجلی ذات نصیبے است عَلٰی قَدْرِ الْمَرْتَبَةِ وَالْاِسْتِعْدَادِ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی خِطَابًا لِّمُوْسٰی وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ای لِذَاتِیْ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُوح اللہ است وکلمۂ اوست سبحانہٗ وکثیر المناسبت است بآنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام امّا حضرت ابراہیم را علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود آنکہ در مقام تجلی صفات است امّا حدید البصر است شان خاصے کہ پیغمبر ما را در مقام تجلی ذات میسر شدہ است حضرت ابراہیم را در مقام تجلی صفات حاصل گشتہ مَعَ التَّفَاوُتِ الْاِسْتِعْدَادِیِّ بَيْنَهُمَا پس باین اعتبار او از حضرت عیسیٰ و موسیٰ افضل باشد و حضرت عیسیٰ از حضرت موسیٰ افضل است و رتبۂ او فوقِ حضرت موسیٰ است و حدید البصر است و ناقد النظر بعد از ایشان حضرت نوح است علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام و مقام حضرت نوح در مقام صفات ہر چند بالاتر از مقام حضرت ابراہیم است امّا حضرت ابراہیم را دران مقام شانِ خاص است و حدتِ بصر است کہ دیگرے را نیست لیکن اولاد کرام ایشان را ازان مقام نیز نصیب است بہ تبعیت و فرعیت و حضرت آدم بعد از حضرت نوح ست علی نبینا وعلی جمیعھم الصلوات والتسلیمات هٰذَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ وَاَلْهَمَنِیْ بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ

سُبْحَانَهٗ **منها** سالکے کہ سیر او در تفصیل اسماء و صفات افتادہ راہِ وصولِ او بحضرت ذات جلّ سلطانہٗ مسدود گشت چہ اسماء و صفات را نہایت نیست تا بعد از قطع آنہا بمقصد اقصیٰ تواند رسید مشائخ ازین مقام خبر دادہ اند کہ مراتبِ وصول را نہایت نیست زیرا کہ کمالاتِ محبوب نہایت ندارد و مراد از وصول اینجا وصلِ اسمائی و صفاتی است سعادت مند کسے است کہ سیر او در اسماء و صفات بطریق اجمال واقع شدہ و بسرعت واصلِ حضرت ذات تعالیٰ و تقدّس گشتہ و اصلانِ ذات را بعد از وصول نہایت النہایت رجوع بدعوت لازم ست و عدم رجوع آنموطن متصور نہ بخلاف متوسطان کہ بعد از وصول شان بنہایت استعداد خود در جوع لازم نیست تواند بود کہ رجوع نمایند و تواند بود کہ اقامت ورزند پس مراتبِ وصول منتہیان را بتمام متصور است بلکہ لازم و مراتب وصول متوسطان را کہ بتفصیل اسمائی و صفاتی رفتہ اند نہایت نہ این علم از جملہ علوم مخصوصہ این فقیر است والعلم عند اللّٰہ سبحانہٗ **منها** مقامِ رضا فوقِ جمیع مقاماتِ ولایت است و حصول این مقام عالی بعد از تمامی سلوک و جذبہ است اگر پرسند کہ رضا از ذاتِ حق سبحانہٗ و از صفاتِ او تعالیٰ و از افعالِ او سبحانہٗ واجب ست و در نفسِ ایمان ماخوذ پس عامۂ مومنان را ازان چارہ نبود پس حصول آنرا بعد از تمامی سلوک و جذبہ معنی چہ باشد در جواب گوئیم کہ رضا را صورتیست و حقیقتے در رنگِ سائر ارکانِ ایمان در اوائل تحقق صورتست و در نہایت تحققِ حقیقت و چون منافی رضا ظاہر نشود ظاہر شریعت حکم بحصول رضامی فرماید در رنگِ تصدیقِ قلبی کہ چون منافی تصدیق یافتہ نشود حکم بحصول تصدیق میکند وَمَانَحْنُ بِصَدَدِہٖ حُصُوْلِ حَقِیْقَۃِ الرِّضَا لَا صُوْرَتُہٗ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ **منها** سعی باید کرد کہ عمل بہ سنت میسر شود و اجتناب از بدعت علی الخصوص بدعتے کہ رافع سنت باشد قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا ھٰذَا فَھُوَ رَدٌّ عجب می آید از حال جماعہ کہ در دین با وجودِ اکمال و اتمام آن چیزہا احداث میکنند و بآن محدثات تکمیل دین می جویند و باک ندارند ازانکہ مبادا ازین مخترع رفع سنت شود مثلاً ارسالِ فش بین الکتفین سنت است جمعے ارسالِ فش را در

جانبِ یسار اختیار کردہ اند و باین عمل تشبہ بموتے منظور داشتہ و خلق کثیر بایشان درین فعل اقتدا نمودہ ندانستہ اند کہ این عمل رفع سنت می نماید واز سنت بدعت می بردو بحرمت میرسا ند تشبہ بمحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر است یا تشبہ بموتے اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ مشرف شدہ بموتے کہ پیش از موت است اگر تشبہ بمیّت جویند ہم باوسزاوار ست عجب کار است کہ در کفنِ میّت عمامہ ہم بدعت است چہ جائے فَشِ او و بعضے از متاخرین کہ عمامہ در کفنِ میّت کہ از علماء باشد مستحسن داشتہ اند نزدِ فقیر زیادتی کردن نسخ است و نسخ عین رفع ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی مُتَابِعَۃِ السُّنَّۃِ السَّنِیَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ وَیَرْحَمَ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا **منہا** روزے احوال جنّیان را برین درویش منکشف ساختند دید کہ جنّیان در کوچہا در رنگِ مردم میگردند و بر سرِ ہر جن فرشتہ است موکل و آن جن از ترس موکل خود سر نمی تواند برداشت و یمین و یسارِ خود نظر نمیتواند انداخت در رنگِ مقیدان و محبوسان گشتند واصلا مجالِ مخالفت نداشتند اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا و دران وقت چنان معلوم می شد کہ گویا بر دستِ موکل گرز یست آہنی کہ اگر جن اندک مخالفت احساس نماید بیک ضرب کارِ او را کفایت کند ؎ خدائے کہ بالا و پست آفرید زبردست ہر دست دست آفرید - **منہا** ولی ہر کمالے کہ می یابد و بہر درجہ کہ میرسد بطفیلِ متابعتِ نبی خود است علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر متابعتِ نبی نمی بود نفسِ ایمان رُو نمی نمود و راہ بدرجاتِ عُلیا از کجا می کشود پس اگر ولی را فضلے از فضائل جزئیہ حاصل شود کہ نبی را حاصل نبودہ و درجۂ خاص از درجاتِ عُلیا میسر شود کہ نبی نداشتہ باشد نبی را نیز ازان فضل جزئی وازان درجۂ خاص نصیب کامل است چہ حصول آن کمال بواسطۂ متابعۂ آن نبی ست و نتیجہ است از نتائجِ اتباعِ سنت او پس ناچار نبی را ازان کمال بہرۂ تمام باشد کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا لیکن ولی در حصول این کمال سابق است و در وصول باین درجہ مقدم واین قسم فضل ولی را بر نبی جائز داشتہ اند کہ

جزئیست کہ مجالِ معارضہ بکلی ندارد و آنچہ صاحبِ فصوص میگوید کہ خاتم الانبیاء علوم و معارف را از خاتم الولایت اخذ میکند راجع این معرفت است کہ این فقیر را بآن ممتاز ساختہ اند و سراسر موافقِ شریعت است و شُرّاح فصوص در تصحیح آن تکلف نمودہ اند و گفتہ اند کہ خاتم الولایت خزینہ دارِ خاتم النبوت است۔ اگر پادشاہ از خزینہ خود چیزے بگیرد ہیچ نقص لازم نیاید وَحَقِیْقَةُ الْاَمْرِ مَا حَقَّقْتُہٗ وَمَنْشَاءُ التَّکَلُّفِ عَدَمُ الْوُصُوْلِ بِحَقِیْقَةِ الْمُعَامَلَةِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَرِ **منہا** ولایت ولی جزئیست از اجزائے ولایتِ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ولی را ہر چند درجاتِ عُلیا میسر شود آن درجات جزئیست از اجزائے درجاتِ آن نبی خواہد بود جز ہر چند عظمت پیدا کند کمتر از کل خواہد بود کہ اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ قضیہ بدیہیہ است احمقے باشد کہ کلانی جز را تخیل نمودہ از کل افزون داند کہ کل عبارت از ان جز از اجزائے دیگر است **منہا** صفات واجبی تعالت وتقدست سہ قسم اند قسم اوّل صفاتِ اضافیہ اند کَالْخَالِقِیَّةَ وَالرَّازِقِیَّةَ وقسم ثانی صفاتِ حقیقیہ اند امّا رنگِ از اضافت دارند کَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالْاِرَادَةِ وَالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْکَلَامِ وقسم ثالث حقیقتِ صرف است کَالْحَیٰوةِ فَاِنَّہٗ لَامَزْجَ فِیْہِ مِنَ الْاِضَافَةِ وَنَعْنِیْ بِالْاِضَافَةِ التَّعَلُّقَ بِالْعَالَمِ وقسم ثالث اعلائے اقسامِ ثلاثہ است و جامع ترین جمیع اقسام و از امہات صفات صفت علم باوجود جامعیت تابع صفتِ حیات است و دائرہ صفات و شیونات بحیات منتہی می گردد و دروازہ وصول بمطلوب ہم اوست و چون صفتِ حیات فوقِ صفتِ علم است لاجرم وصول بآن موطن بعد از طے مراتب علم خواہد بود علم ظاہر باشد یا باطن علم شریعت باشد یا طریقت و کسیکہ داخل آن دروازہ شدہ است اقل قلیل است از پس کوچہا نظر ہا بدرون انداختہ اند و آن جماعہ ہم اقلان اند اگر رمزے از اسرار این مقام گویم قُطِعَ الْبُلْعُوْمِ ۔ وَمِنْ بَعْدِ ھٰذَا اَیْدَقُ صِفَاتُہٗ وَمَا کَتَمَہٗ اَحْظٰی لَدَیْہِ وَاَجْمَلُ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ

وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ **منها** حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ از مثل منزہ است لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ لمّا مثال جائز داشتہ اند و مثل تجویز نمودہ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ارباب سلوک واصحاب کشوف راتسلی بمثال میدہند و آرام بخشند بیچون رابمثالِ چون وامی نمایند و جواب را بصورتِ امکان جلوہ گری سازند بیچارہ سالک مثال را عین ذی مثال می انگارد وصورت را عین ذی صورت از ینجا است کہ صورتِ احاطہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را دراشیاء می بیند و مثالِ آن احاطہ را درعالم مشاہدہ می نماید و خیال میکند کہ مشہود حقیقتِ احاطہ حق است سبحانہٗ نہ چنین است بلکہ احاطہٗ او تعالیٰ بیچون وبچگون است ومنزہ است ازان کہ درشہود درآید ومکشوف احدے گردد ایمان آریم کہ او سبحانہٗ محیط است بہر شے اما احاطہ او را ندانیم کہ چیست وآنچہ دانیم شِبہ ومثالِ آن احاطہ است وہم برین قیاس است قربِ او تعالیٰ ومعیتِ او سبحانہٗ کہ مشہود ومکشوف ازانہا شبہ ومثال است نہ حقیقت بلکہ حقیقتِ آنہا مجہول الکیفیت است ایمان آریم کہ او تعالیٰ قریب است وباماست لمّا ندانیم کہ حقیقتِ قرب ومعیتِ او تعالیٰ چیست وتواند بود کہ آنچہ در حدیثِ نبوی آمدہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات یَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِکًا باعتبار صورتِ مثالی باشد چہ حصول کمال رضا در مثال بصورت ضحک نمودہ باشند واطلاقِ ید ووجہ وقدم واصبع نیز تواند بود کہ باعتبار صعرت مثالی باشند هٰکَذَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ **منها** اگر در عبارت آن عالی حضرت کہ در بیان احوال ومواجید وعلوم و معارف است تناقضے وتدافعے موہوم گردد وحمل بر اختلاف اوقات وتنوع اوضاع باید نمود چہ در ہر وقتے احوال ومواجید علیحدہ است ودر ہر وضعے علوم ومعارف جدا است پس فی الحقیقت تناقض وتدافع نباشد مثل این احکامِ شرعیہ است کہ بعد از نسخ وتبدیل احکام متناقضہ می نمایند و چون اختلاف اوقات واوضاع راملاحظہ نمودہ آید آن تناقض وتدافع مرتفع می گردد وَلِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ حِکَمٌ وَّمَصَالِحُ فِیْ ذٰلِکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ قال العبد المضعیف الجامع لهذه النکات البدیعةالرائعة محمد ن الصدیق البدخشی الکشمی الملقّب بالهدایة قد وقع الفراغ عن تسوید هذه المعارف العالیه الشریفة المسمّی بالمبدأ و المعاد فی اواخر شهر رمضان المبارک حین الاعتکافِ سنة الف و تسعة عشر.

این نسخه که مبدأ ومعاد ست بنام ز انفاسِ نفیس حضرت فخر کرام

چون کرد ہدایت اقتباس از سرِ صدق در سال ہزار و نوزده گشت تمام

☆☆☆........☆☆☆........☆☆☆........☆☆☆........☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اُجرت لینے کی شرعی حیثیت

﴿مصنف﴾

قاری محمد امجد علی محمدی سیفی

کاموکے گوجرانوالہ

مصطفےٰ آباد (ماڑی ٹھاکراں)

ناشر:۔

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ حسین ٹاؤن راوی ریان شریف

0321-8401546=6686205

حضرت مجددِ ملت بحر العلوم قیوّمِ زماں سرفرازِ مقامِ صدیقیت و
عبدیّت امام العاشقین محبوبِ سبحان سیّدنا اخندزادہ
سیف الرحمٰن مبارک پیرِ ارچی خراسانی کے مجرّب تعویذات

بہارِ سیفیہ

ترتیب

شیخ القرآن والحدیث مفتی پیر محمّد عابد حسین سیفی

اردو ترجمہ

پروفیسر حکیم مشتاق احمد عابدی سیفی

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور
شعبہ نشر واشاعت ○ دار العلوم جامعہ جیلانیہ
نادر آباد نمبر ا بیدیاں روڈ، لاہور کینٹ فون ۵۷۲۱۶۰۹

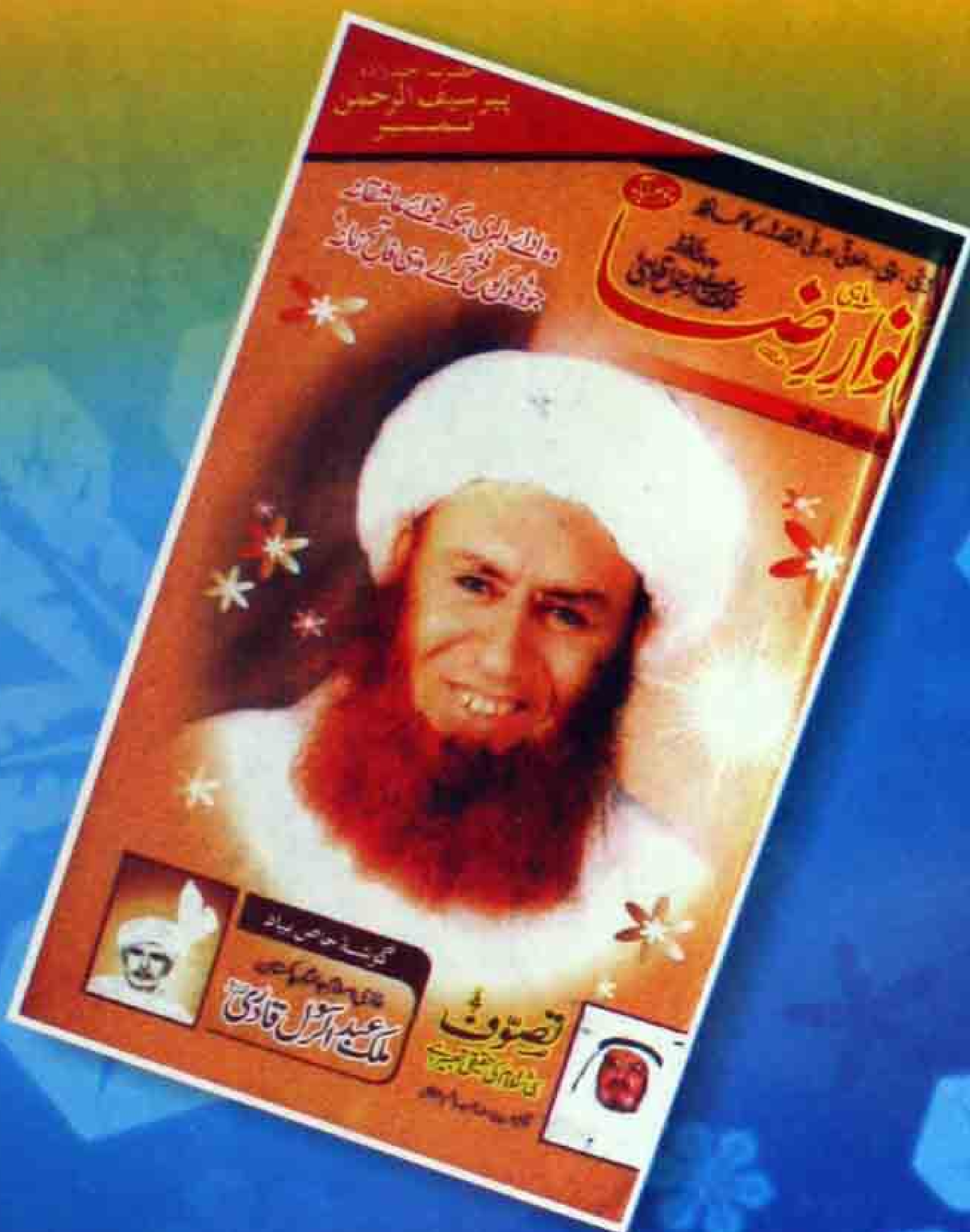
ہماری دیگر مطبوعات











ناشر مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور
0321
8401546